ماہنامہ بقیع
DECEMBER 2021
سلسلہ اشاعت نمبر 330
Regd. # MC-1177

العروہ فی مناسکِ الحجّ والعمرہ

فتاویٰ حج و عمرہ

سترہواں حصّہ

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دار الافتاء جمعیۃ اشاعۃ اہل السنۃ)

مرتّب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

العروة فی مناسك الحج والعمرة

فتاویٰ حج وعمرہ

(سترہواں حصہ)

مُصنّف

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء جامعۃ النُّور)

مُرتب

حضرت علّامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

کتاب	:	العروۃ فی مناسک الحج والعمرۃ
		فتاویٰ حج وعمرہ(حصہ سترہواں)
تالیف	:	شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
پیش لفظ	:	حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ
سن اشاعت	:	جمادی الاول ۱۴۴۳ ہجری / دسمبر ۲۰۲۱
تعداد	:	5000
ناشر	:	جمعیّت اشاعت اہلسنّت(پاکستان)
		نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی
		فون:021-32439799
خوشخبری	:	www.ishaateislam.net
		پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۵
۲	عورت کا بہن اور بہنوئی کے ہمراہ سفر حج پر جانا کیسا؟	۷
۳	احرامِ عمرہ کے بعد ماہواری آجانے پر عورت کیا کرے؟	۱۲
۴	غیر محرم آفاقی کا جدّہ میں اور پھر جدہ سے حرم میں پہنچنا	۱۹
۵	رضاعی بہن کے نواسے کے ساتھ سفر حج پر جانا کیسا؟	۲۵
۶	احرام کی تجدید کے لئے میقات لوٹنے کا حکم	۳۰
۷	حائضہ کو احرام باندھنے کے لئے غسل کا حکم	۳۱
۸	قانون کے پیشِ نظر محرم کا ماسک لگانا کیسا؟	۳۳
۹	وعدہ خلافی کر کے عمرہ کرنے کا حکم	۳۸
۱۰	نفلی طواف نامکمل چھوڑنے کا حکم	۴۲
۱۱	دورانِ طواف وضو کا ٹوٹنا	۴۸
۱۲	حالتِ اضطباع میں نماز کا حکم	۵۰
۱۳	عمرے کا حلق جدہ میں کروانے کا حکم، حرم سے باہر دم ادا کرنے کا حکم، دم کی ادائیگی فوراً ہی ضروری ہے	۵۳
۱۴	جُرم اختیاری میں دم لازم آنے پر اس کا بدل کافی ہو گا	۵۸
۱۵	حج بدل کے لئے فردِ معین کی وصیت کی گئی تو دوسرے سے حج کروانا کیسا؟	۶۳
۱۶	حج کی سعی کے تارک پر نئے احرام کے ذریعے مکہ مکرمہ لوٹنے	۶۷

	پر حکم	
۱۷	رمی، قربانی، حلق اور طوافِ زیارت میں ترتیب کا حکم	۷۱
۱۸	رمی ، قربانی اور حلق کے درمیان ترتیب کا حکم اور اس کے خلاف کرنے پر حکم	۷۵
۱۹	۱۱،اور ۱۲، تاریخ کو زوال سے پہلے رمی کا حکم	۹۰
۲۰	ماخذ و مراجع	۱۰۰

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحب استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہو گا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں، مناسکِ حج وعمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسکِ حج وعمرہ کا مطالعہ کرتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتادیتے ہیں حالانکہ مناسکِ حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیتِ حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دارالافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ /۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ /۲۰۰۷ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۹ھ /۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ /۲۰۰۹ء کے سفرِ حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسکِ حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ /۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد

کو فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کے وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء، پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء اور ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ /۲۰۱۵ء میں شائع کئے۔ اب ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۵ء کہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جاسکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کرکے مسائل حج معلوم کرتے رہے، آپ نے کچھ جوابات زبانی دیئے اور کچھ تحریر جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ /۲۰۱۶ء میں دورانِ حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔ اس طرح دو حصے تیار ہوئے اور دسواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ / جون ۲۰۱۷ء کو شائع ہوا اور گیارہواں حصہ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ / جولائی ۲۰۱۷ء میں ہوا۔ پھر ۲۰۱۷ء اور ۲۰۱۸ء کے سفرِ حج میں اور کچھ دارالافتاء النور میں مفتی صاحب نے حج وعمرہ کے بارے میں جو فتاویٰ لکھے ان کو جب ترتیب دیا گیا تو تین حصے تیار ہوئے۔

جن میں سے بارہواں حصہ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ / مئی ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا، تیرہواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ / جون ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا اور چودھواں حصہ شوال المکرم ۱۴۴۰ھ /۲۰۱۹ء میں شائع ہو اور پھر ۲۰۱۹ء کے سفرِ حج میں جو فتاویٰ تحریر ہوئے اور جو دارالافتاء النور میں مفتی صاحب نے فتاویٰ تحریر کئے انہیں جب جمع کیا گیا تو دو حصے بنے جن میں سے ایک یعنی پندرہواں حصہ شوال المکرم ۱۴۴۲ھ / جون ۲۰۲۰ء میں، سولہواں حصہ ذیقعدہ ۱۴۴۲ھ / جولائی ۲۰۲۰ء میں شائع ہوا اور اب سترہواں حصہ جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ / دسمبر ۲۰۲۱ء پر جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۳۳۰ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول کو فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

عورت کا بہن اور بہنوئی کے ہمراہ سفرِ حج پر جانا کیسا؟

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی حج پر جارہے ہیں تو کیااُن کے ساتھ اُس کی سالی یعنی بیوی کی بہن بھی جاسکتی ہے؟اور کیااُس کا بہنوئی عورت کا مَحرم بن جائے گا یعنی جبکہ اُس کے ساتھ اُس کی بیوی موجود ہے؟کیونکہ ہم نے علمائے کرام سے سناہے کہ اگر بیوی ساتھ میں تو پھر سالی بھی ساتھ جاسکتی ہے۔(سائل:محمد طارق، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں مذکورہ خاتون بہنوئی کے ہمراہ سفرِ حج پر نہیں جاسکتی اگرچہ بہن ساتھ ہے، کیونکہ عورت کوایک دن(یعنی تقریباً30کلومیٹر) کے سفر پر مَحرم کے بغیر جانا منع ہے۔چنانچہ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:رُوِيَ عنْ أبِي حنيفةَ وأبِي يُوسفَ كَراهةُ خُروجِهَا وَحدهَا مسِيرةَ يومٍ واحِدٍ، وَينبغِي أن يكونَ الفَتوى عَليهِ لفَسادِ الزّمانِ شَرحُ اللّبَابِ وَيؤيّدهُ حَديثُ

الصَّحيحينِ «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاَللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا».[1]

یعنی، امامِ اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالی عنہما سے تنہا عورت کیلئے ایک دن کے سفر کی کراہت مروی ہے، اور فسادِ زمانہ کی وجہ سے اسی روایت پر فتویٰ دینا چاہیے (شرح لباب) اور اس روایت کی تائید "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ "اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ ایک دن اور ایک رات کی دُوری پر سفر کرے مگر مَحرم کے ساتھ"۔[2]

اور امام اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے، سفر کو جانا حرام ہے، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی۔[3]

۱۔ رد المحتار، کتاب الحج، مطلب: فی قولھم یقدّم حق العبد علی حق الشّرع، تحت قولہ: فی سفر، ۳/ ۵۳۳

۲۔ صحیح البخاری، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب فی کم یقصر الصلاۃ، برقم۱۰۸۸، ۱/ ۲۶۳

صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم إلی حج وغیرہ، برقم۱ ۲،۴۲/ ۹۷۷

۳۔ فتاوی رضویہ، کتاب الحج، ۱۰/ ۶۵۷

اور بہنوئی مَحرم نہیں کیونکہ مَحرم وہ مرد ہوتا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے عورت کا نکاح حرام ہو۔

چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: مراد به محرم کسی ست که حرام باشد بروی نکاح آن زن بر وجه ابد برابر ست۔ (۴)

یعنی، مَحرم سے مراد وہ شخص ہے جس سے عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: مَحرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لیے اُس عورت کا نکاح حرام ہے، خواہ نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو، جیسے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ یا دُودھ کے رشتہ سے نکاح کی حُرمت ہو، جیسے رضاعی بھائی، باپ، بیٹا وغیرہ یا سُسرالی رشتہ سے حُرمت آئی، جیسے خُسر، شوہر کا بیٹا وغیرہ۔ (۵)

اور بہنوئی کا سالی سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام نہیں بلکہ بیوی کی وفات کے بعد یا اُسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو اُس کی بہن یعنی اپنی سالی سے نکاح کر سکتا ہے۔

٤۔ حیات القلوب، فصل دویم: دربیان شرائط حج، نوع دویم درذکر شرائط وجوب اداء حج، ص ۳۲

٥۔ بہارِ شریعت، حج کا بیان، حصہ ٦، ۱/ ۱۰۴۴

چنانچہ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:(سُئِلَ) فِی رَجلٍ ماتَت زَوجته المدخُول بِها ولهَا أخت فهَل لَه تزوّج أختهَا بَعد مَوتِها بيَومٍ (الجوَاب) نعَم كمَا فِی الخُلاصةِ عَن الأصلِ للإمامِ محمّد وكمَا فی مَبسُوط صَدر الإسلام كمَا نقلَه عَنه القهستَانِی والمُحيط للإمام السّرخسِی والبَحر والتّتارخَانية عَن السّراجيةِ وفتَاوى الأنقِرويّ وقدرِی أفندی ومؤيّد زَاده وَ مجمع الفتَاوى و صُرّة الفتَاوى وَ مجمع المُنتخَبات وَ نهج النّجَاة و غَيرهَا مِن الكُتبِ المعتمَدة وأمّا مَا عُزى إلى النّتفِ مِن وُجوبِ العدّةِ عَليهِ فَلا يعتمدُ علَيهِ۔[۶]

یعنی،ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس کی مدخولہ زوجہ فوت ہو گئی تھی اوراُس کی بہن ہے تو اُس شخص کیلئے اپنی بیوی کے فوت ہونے کے بعد اُس کی بہن سے اُسی دن نکاح کرنا جائز ہے؟جواباً فرمایا:ہاں جیسا کہ ''خلاصۃ الفتاوی''میں امام محمد کی ''کتاب الأصل'' کے حوالے سے ہے اور جیسا کہ صدرالاسلام کی ''مبسوط'' میں ہے،جیسا کہ اسے ''قہستانی'' نے ان سے نقل کیا ہے اور''محیط''، ''بحرالرائق'' اور''فتاویٰ تاتارخانیہ''میں''سراجیہ''، ''فتاویٰ انقروی''،''قدری آفندی''، ''مؤیّد زادہ''،''مجمع الفتاویٰ''،''صُرّۃ الفتاویٰ''،''مجمع المنتخبات''،''نہج النجاۃ''اوراس کے علاوہ معتمد کُتب سے منقول ہے اور جو شوہر پر عدّت واجب ہونے کو ''النتف'' کی طرف منسوب کیا گیا ہے پس اُس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

٦ـ الفتاوی تنقیح الحامدیّۃ،کتاب النکاح،۱/ ۱۷

اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے:لَا یَجوزُ أن یَتزوّجَ أختَ مُعتدّتِهِ سواءٌ کانتْ العدّةُ عَن طلاقٍ رَجعِيّ أو بَائنٍ أو ثلاثٍ أو عَن نکاحٍ فاسدٍ أو عَن شُبهة۔[۷]

یعنی،بیوی کو طلاق دی اور وہ عدّت میں ہے تو اُس کی بہن سے نکاح جائز نہیں ہے خواہ طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو یا بائن کی یا تین طلاق کی یا نکاحِ فاسد کی یا شُبہ کی وجہ سے وطی کی عدت میں ہو۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:جب عورت مر جائے یا اُسے طلاق دے اور عدّت گزر جائے تو سالی سے نکاح جائز ہے۔[۸]

لہٰذا ثابت ہوا کہ بہنوئی مَحرم نہیں ہے کیونکہ اُس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں ہے،اس سے نکاح صرف بہن کے نکاح میں ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے جب بہن فوت ہو جائے یا اُسے طلاق ہو جائے تو بعد گزرنے عدت کے اُس سے نکاح جائز ہوتا ہے۔جب بہنوئی مَحرم نہیں ہے تو اُس کے ساتھ سفر بھی جائز نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۷۔ الفتاوی الهندیة،کتاب النکاح،الباب الثالث فی بیان المحرمات،القسم الرابع بالمحرمات بالجمع،۱/ ۲۷۹

۸۔ فتاویٰ رضویہ،کتاب النکاح،باب المحرمات،۱۱/۵۰۶

احرامِ عمرہ کے بعد ماہواری آجانے پر عورت کیا کرے؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ساتھ ایک عورت کو احرامِ عمرہ کے بعد ماہواری آگئی ہے تو ایسی صورت میں وہ کیا کرے، اور اگر وہ اسی حالت میں عمرہ ادا کر لیتی ہے تو کیا اُس کا عمرہ ادا ہو جائے گا؟ (سائل: حاجی از لبیک حج گروپ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صُورتِ مسؤلہ میں وہ عورت ماہواری ختم ہونے کا انتظار کرے، پھر جب وہ حیض سے فارغ ہو جائے تو غسل کر کے عمرہ کر لے، کیونکہ حائضہ کو مسجد میں داخل ہونے اور طواف کرنے کی حُرمت وارد ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (لَا تَدخلُ المسجدَ) وَكذَا الجنبُ لقَولِ عَليهِ الصّلاةُ وَالسّلامُ «فَإِنّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ»۔۔۔(ولَا تطُوف بالبَيتِ)؛ لِأنّ الطّوافَ فِي المَسجدِ۔[۹]

۹۔ الهداية، كتاب الطهارات، باب الحيض والاستحاضة، ۱/ ۲۰۱ ۳۹

یعنی، حائضہ اور جنبی مسجد میں داخل نہ ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے "بے شک میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں کرتا" اور حائضہ نہ ہی بیت اللہ کا طواف کرے؛ کیونکہ طواف مسجد میں ہوتا ہے۔

علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: يَحرمُ عليهمَا وعلَى الجنبِ الدّخولُ فِي المسجدِ...(ومنهَا)حُرمَة الطّوافِ لهُمَا بِالبَيتِ وإن طافتَا خَارجَ المسجدِ...هكذَا فِي "الكفَاية"[۱۰]

یعنی، حیض ونفاس والی اور جنبی کو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے اور حیض ونفاس کے احکام میں سے ایک حکم ان دونوں کے لئے بیت اللہ کے طواف کی حُرمت بھی ہے اوراگرچہ دونوں مسجد کے باہر سے طواف کریں.اسی طرح" کفایہ"میں ہے۔[۱۱]

۱۰۔ الفتاوى الهندية،كتاب الطهارة،الباب السادس فى الدماء المختصة بالنساء،الفصل الرابع فى أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة،۱/ ۳۸

۱۱۔ الكفاية فى شرح الهداية، كتاب الطهارات،باب الحيض والاستحاضة،تحت قوله:ولا تطوف بالبيت،۱/ ۱۷۸

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: ایسی عورت (یعنی حیض اور نفاس والی) کو مسجد میں جانا حرام ہے... خانۂ کعبہ کے اندر جانا اور اس کا طواف کرنا اگرچہ مسجد حرام کے باہر سے ہو ان کے لیے حرام ہے۔[۱۲]

لیکن اگر وہ اسی حالت میں عمرہ کرلے گی، تو اُس کا عُمرہ بلاشُبہ ادا ہو جائے گا، کیونکہ صحتِ طواف کیلئے طہارت شرط نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزّوجلّ نے ہمیں مطلق طواف کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۝[۱۳]

ترجمہ: اور اس آزاد گھر کا طواف کریں (کنز الایمان)

لہٰذا صحتِ طواف کیلئے طہارت کی شرط لگانا جائز نہیں۔ چنانچہ علّامہ قوام الدین محمد بن محمد بخاری کاکی حنفی متوفی ۷۴۹ھ لکھتے ہیں: لَايجوزُ أن يكُونَ شرطاً، لأنّ اللهَ تعَالىٰ أمرنَا بالطّوافِ بقَولِه تَعالىٰ: [وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۝]۔[۱۴]

یعنی، طواف کے لئے طہارت کو شرط قرار دینا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فرمان "وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۝" کے ذریعے (مطلق) طواف کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

۱۲۔ بہار شریعت، نفاس کا بیان، ۱/۳۷۹۔۳۸۰

۱۳۔ الحج: ۲۲/۲۹

۱٤۔ جامع الأسرار فی شرح المنار للنّسفی، القسم التحقیقی، ۱/ ۱۲۹

اور طواف ایک خاص فعل ہے جو ایک خاص معنی کے لئے وضع کیا ہے اور وہ ہے: "خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانا"۔

چنانچہ امام حافظ الدین نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: هُو :فِعلٌ خاصٌّ وُضعَ لِمعنًى خاصٍّ،وهُو:الدّورانُ حولَ البَيتِ۔[۱۵]

یعنی، طواف ایک خاص فعل ہے جو خاص معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے اور وہ ہے: بیت اللہ کے گرد چکر لگانا۔

اور شمس الأئمہ امام ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: فالطّواف مَوضُوع لُغة لِمَعْنى مَعلُوم لَا شُبهَةَ فِيه وهُو:الدّوران حَول البيتِ۔[۱۶]

یعنی، طواف لغوی اعتبار سے معلوم معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے جس میں شبہ نہیں، اور وہ ہے بیت اللہ کے گرد چکر لگانا۔

لہٰذا طواف کا وُقوع حدث سے طہارت پر موقوف نہیں ہے حتی کہ کتاب اللہ پر عمل کرتے ہوئے بلا طہارت بھی منعقد ہو جائے گا۔

۱۵۔ كشف الأسرار شرح المصنّف على المنار، بيان الخاص، ۱/ ۳۱

۱٦۔ أصول السرخسي، باب أسماء صيغة الخطاب في تناوله المسميات وأحكامها، فصل في بيان حكم الخاص، ۱/ ۱۲۸

چنانچہ علاّمہ ابوالحسن علی بن محمد بزدوی حنفی متوفی ۴۸۲ھ لکھتے ہیں: فلَا يَكونُ وقَفهُ علَى الطّهارةِ عَن الحَدثِ حتّى لَا يَنعقِد إلّا بهَا عَملًا بِالكتابِ۔[۱۷]

یعنی، پس طواف حدث سے طہارت پر موقوف نہیں حتی کہ کتاب اللہ پر عمل کرتے ہوئے بلاطہارت بھی منعقد ہو جائے گا۔

اور علاّمہ کاکی حنفی لکھتے ہیں: فلَا يَكونُ وقفَه عَلى الطّهارةِ عملًا بِالكتابِ۔[۱۸]

یعنی، پس کتاب اللہ پر عمل کرتے ہوئے طواف کا ادا ہونا طہارت پر موقوف نہیں ہے۔

ہاں طواف کے لئے طہارت واجب ضرور ہے، اگرچہ اس کے بغیر طواف صحیح ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (فِي واجباتِ الطّوافِ) أيْ الأفعَال الّتِي يصِحّ الطّواف بدُونِها و ينجبِر بِالدّمِ لتَركِها، وهِي سَبعة (الأوّل: الطّهارَة

۱۷۔ أصول فخر الإسلام البزدوي مع شرحه كشف الأسرار، باب معرفة أحكام الخصوص، ۱/ ۱۲۷۔۱۲۸

۱۸۔ جامع الأسرار في شرح المنار للنّسفي، القسم التحقيقي، ۱/ ۱۲۹

عَن الحدثِ الأكبَر والأصغَر)أی وإن فرّق بينَهما فِی حکمِ الإثمِ والكفّارةِ، وهُما مِن النّجاساتِ الحُكميةِ.''[19]

یعنی،واجباتِ طواف یعنی وہ افعال جن کے بغیر طواف صحیح ہو جاتا ہے اور اُس کے ترک پر دَم کے ذریعے نقصان پورا ہو تا ہے،اور وہ افعال سات ہیں،اُن میں سے ایک حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا ہے،اور اگرچہ ان دونوں کے درمیان گناہ اور کفّارے کے حکم میں فرق ہے،اور یہ دونوں حکمیہ نجاستوں میں سے ہیں۔

اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ''بحر الرائق'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:لِأنّ الطّهارةَ لَه واجبةٌ فيُكرَه تَحريمًا وإنْ صَحّ كَما فِي البحرِ وغَيرِه۔''[20]

یعنی،کیونکہ طواف کے لئے طہارت واجب ہے پس اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے،اور طواف اگرچہ صحیح ہو جائے گا جیسا کہ ''بحر الرائق''[21] وغیرہ میں ہے۔

۱۹۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب أنواع الأطوفة وأحكامها،فصل فی واجبات الطّواف،ص۲۱۳

۲۰۔ رد المحتار،كتاب الطهارة،باب الحيض،مطلب:لو أفتى مفت بشیء من هذه الأقوال...إلخ،تحت قوله:وحلّ الطّواف،۱/ ۵۳٤

۲۱۔ البحر الرائق، كتاب الطهارة،باب الحيض،تحت قوله:والطواف،۱/ ۳٤۲

اور حالتِ حیض میں طوافِ عمرہ کرنے پر دَم لازم ہو گا۔ چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: (ولَو طَاف للعُمرةِ كلّه أو أكثرَه أو أقلَّه ولَو شوطاً جنباً أو حائضاً أو نُفساءَ أو مُحدِثاً، فعلَيه شَاة) أى فِى جميعِ الصّورِ المذكورَة (ولَا فرقَ فِيه) أى فِى طَوافِ العُمرةِ (بينَ الكثيرِ والقَليلِ والجُنبِ والمُحدِث، لأنّه لَا مدخلَ فِى طَوافِ العُمرةِ للبَدنةِ) أى لعَدمِ ورُودِ الرّوايةِ (ولَا للصّدقةِ).[22]

یعنی، اگر کسی جنبی، حائضہ، نفاس والی یا بے وُضو نے مکمل، اکثر یا اقل طوافِ عمرہ کرلیا اگرچہ ایک ہی چکر، تو اُس پر دَم لازم ہو گا یعنی مذکورہ تمام صُورتوں میں، اور طوافِ عمرہ میں کثیر، قلیل، جنب اور بے وُضو کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ طوافِ عمرہ میں بدنہ کو دخل نہیں ہے یعنی روایت کے وارد نہ ہونے کی وجہ سے، اور نہ ہی صدقہ کو دخل ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حائضہ کو طواف کرنا حرام ہے، پس مذکورہ خاتون کو چاہیے کہ وہ ماہواری ختم ہونے کا انتظار کرے، پھر جب وہ حیض سے فارغ ہو جائے تو غسل کرکے عمرہ ادا کرلے، ہاں اگر وہ اسی حالت میں عمرہ کرلے گی تو اُس کا عمرہ بلاشُبہ ادا ہو جائے گا، کیونکہ طواف کا صحیح ہونا حدث سے طہارت پر موقوف نہیں ہے، ہاں نجاستِ حکمیہ سے طہارت واجباتِ طواف سے ضرور ہے، لہٰذا حالتِ حیض میں

۲۲۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الجنايات وأنواعها، النّوع الخامس: الجنايات فى أفعال الحج، ص۴۹۹۔۵۰۰

طوافِ عمرہ کرنے کی صُورت میں مذکورہ خاتون پر نہ صرف دَم لازم ہو گا بلکہ وہ گنہگار بھی ہو گی، جس کے سبب اُسے توبہ کرنی ہو گی۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

جمعہ، ۱۳ شوال ۱۴۴۱ھ۔ ۵ جون ۲۰۲۰م

غیر مُحرم آفاقی کا جدّہ میں اور پھر جدّہ سے حرم میں پہنچنا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے ایک دوست ہیں وہ (2009) میں حج کمیٹی کے ہمراہ حاجیوں کی خدمت کے لئے گئے تھے اُن کو یہاں سے یہ نہ بتایا گیا تھا کہ اُنہیں کس جگہ خدمت کے لئے رکھا جائے گا، اُنہیں "ہند" سے جدّہ لے جایا گیا، اور پھر وہاں سے حرم، تو اس دوران وہ حرم میں بلا احرام ہی پہنچے، پھر مکہ میں اُنہیں کہا گیا کہ آپ احرام باندھ کر عمرہ کر لو، تو کیا اس صورت میں اُن پر دَم لازم ہوا ہے؟ واضح رہے کہ جب وہ یہاں سے روانہ ہوئے تو ان کو معلوم ہی نہ تھا کہ اُنہیں حرم لے جائیں گے، یونہی جب وہ جدّہ پہنچے تب بھی اُنہیں حرم جانے کی خبر نہ تھی، لیکن جب وہ حرم میں پہنچے تو اُنہیں حرم میں آنے کی اطلاع ہوئی۔ (سائل: ڈاکٹر ساحل اشرفی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں میقات تجاوز کرتے وقت اگر اُن کا ارادہ مکہ مکرمہ یا حرم میں داخل ہونے کا تھا، تو اُن پر یقیناً ایک دَم لازم ہے اگرچہ اُن کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ تھا، کیونکہ بلا احرام مکہ مکرمہ یا حرم میں داخل

ہونے والے آفاقی پر نہ صرف حج یا عمرہ کرنا لازم ہوتا ہے بلکہ اُس پر بلا احرام میقات تجاوز کرنے کا دَم یا لوٹنا بھی لازم ہوتا ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابوالمعالی محمود بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: إذا دخَل الآفاقيّ مكّة بغَير إحرَام،وهُو لَا يرِيد الحَج و العُمرة،فعَليه لدُخول مكّة إما حَجة أو عُمرة؛لأنّه لزِمَه الإحرَام إذا بلَغ الميقَات عَلى قصدِ دخولِ مكّة، والإحرَام إنما يكُون بحَجّة أو عمرَة، فلزِمَه الإحرَام بأحدِهما،وَما وجبَ على الإنسانِ لا يسقُط إلّا بأدائِه،فإن أحرَم بالحَجّ أو العُمرة مِن غَير أن يرجعَ إلى المِيقَات،فعلَيه دَم لترَكِ حَقّ الميقاتِ۔[۲۳]

یعنی، آفاقی جب بلا احرام مکہ میں داخل ہو، اس حال میں کہ وہ حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو، تو اُس پر دخولِ مکہ کی وجہ سے حج یا عمرہ کرنا لازم ہو گا کیونکہ جب وہ میقات پہنچا تھا تو اُسے مکہ میں داخل ہونے کے ارادے پر احرام لازم تھا، اور احرام حج یا عمرہ کا ہوتا ہے، پس اُسے ان دونوں میں سے ایک کا احرام لازم تھا، اور جو انسان پر واجب ہو جائے وہ ساقط نہیں ہوتا مگر اُس کی ادائیگی کے سبب، پھر اگر میقات کی طرف لوٹے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اُس پر میقات کے حق کو چھوڑنے کی وجہ سے دَم لازم ہو گا۔

۲۳۔ المحيط البرهاني،كتاب المناسك،الفصل الرابع في بيان مواقيت الإحرام...إلخ، ۴۱۴،۴۱۳/۳

اور علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:
(مَنْ دَخلَ)أی مِن أهلِ الآفاقِ (مكّة) أوالحَرم (بغيرِ إحرَام فعلَيه أحَد النّسكين)أی مِن الحجّ أوالعُمرةِ، وكَذا عَليهِ دَم المجَاوزة أوالعَودُ.[۲۴]

یعنی، جو آفاقی بلا احرام مکہ مکرمہ یا حرم میں داخل ہو جائے، تو اُس پر دو مناسک میں سے ایک لازم ہو گا یعنی حج یا عمرہ کرنا، اوراسی طرح اُس پر بلا احرام میقات تجاوز کرنے کا دَم یا لوٹنا بھی لازم ہو گا۔

اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی جماعت نے لکھا ہے:لَا يَجوزُ لِلآفاقِيِّ أن يدخلَ مكةَ بغيرِ إحرامٍ نَوى النّسكَ أو لَا ولَو دخلَها فعَليهِ حَجّةٌ أو عمرةٌ كذَا فِي مُحيطِ السّرخسِيّ۔[۲۵]

یعنی، آفاقی کے لئے جائز نہیں کہ وہ بلا احرام مکہ میں داخل ہو، چاہے نُسک کی نیت کی ہو یا نہیں اور اگر داخل ہو گیا تو اُس پر حج یا عمرہ کرنا لازم ہو گا اسی طرح "محیط سرخسی" میں ہے۔

اور اگر میقات تجاوز کرتے وقت مذکور شخص کا ارادہ حِل میں کسی مقام پر جانے کا تھا جیسے جدّہ، تو اُن پر احرام لازم نہ تھا اور پھر وہاں سے حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہونے کی صورت میں بلا احرام حرم میں آنا بھی جائز تھا۔

۲٤۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط،باب المواقيت،فصل فى مجاوزة الميقات بغير إحرام، ص۱۲۳

۲۵۔ الفتاوى الهندية،كتاب المناسك،الباب الثانى فى المواقيت،۱/ ۲۲۱

چنانچہ امام جلال الدین بن شمس الدین خوارزمی حنفی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں:
إذا قصدَ دخُول الحلِّ لَا يلزمه الإحرام لأنّه حينئذٍ يكُون كأهلِ الحلِّ كالبُستَانِي له أن يدخل مكّة بغيرِ إحرامٍ، ثم من قصدَ مجَاوزة مِيقاتٍ واحدٍ فله ذلِك بغيرِ إحرامٍ كالآفاقيّ يقْصد الحِل أو الحِلّي يقصدُ مكّةَ أو المكيُّ يخرج إلى الحِلّ ولَا يجَاوزُ الميقاتَ ثم يعودُ إلى مكّة.[۲۶]

یعنی، آفاقی جب حِل میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اُسے احرام لازم نہیں ہے کیونکہ اُس وقت وہ حِل والے کی مثل ہو گا جیسے بُستانی، اُس کے لئے بلا احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہے، پھر جو ایک میقات تجاوز کرنے کا ارادہ کرے تو اُس کے لئے بلا احرام میقات تجاوز کرنا جائز ہے جیسے آفاقی حِل کا قصد کرے یا حِلّی مکہ مکرمہ کا قصد کرے یا مکی حِل کی طرف نکلے اور میقات سے باہر نہ جائے پھر وہ مکہ کی طرف لوٹ آئے۔

اور علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: لَو قصدَ مَوضعًا مِن الحِلّ كخُليصٍ وَجدّةَ حَلّ لَه مُجاوزَته بِلَا إحرامٍ، فَإذا حلّ بِهِ الْتحقَ بأهلِه فَلهُ دخولُ مَكّةَ بِلَا إحرامٍ، وهُو الحِيلةُ لمرِيدِ ذلكَ إلّا لِلْمأمورِ بِالحجّ للمُخالفَة.[۲۷]

۲۶۔ الكفاية فی شرح الهداية، كتاب الحج، فصل فی المواقيت، تحت قوله: ثم الآفاقي إذا...إلخ، ۲/ ۱۸۸. ۱۸۹

۲۷۔ الدرّ المختار، كتاب الحج، تحت قوله: ولو لحاجة، ص ۱۵۸

یعنی، اگر حِل میں کسی جگہ جیسے خُلَیص اور جدّہ کا قصد کیا، تو اُسے بلا احرام میقات سے گزرنا حلال ہے پھر جب وہ اس میں اتر گیا تو اس کے اہل کے ساتھ لاحق ہو گیا پس اُس کے لئے بلا احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہے اور یہ اُس کے لئے حیلہ ہے جو اس کا ارادہ کرے مگر جسے حج کا حکم کیا گیا ہو کیونکہ اس میں مخالفت ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً جدّہ جانا چاہتا ہے تو اُسے احرام کی ضرورت نہیں پھر وہاں سے اگر مکہ معظمہ جانا چاہے تو بغیر احرام جاسکتا ہے، لہٰذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ واقعی اُس کا ارادہ پہلے مثلاً جدّہ جانے کا ہو۔ نیز مکہ معظمہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے نہ جاتا ہو، مثلاً تجارت کے لیے جدّہ جاتا ہے اور وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہے اور اگر پہلے ہی سے مکہ معظمہ کا ارادہ ہے تو اب بغیر احرام نہیں جاسکتا۔ جو شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل کو جاتا ہو اُسے یہ حیلہ جائز نہیں۔[۲۸]

اور اس ارادے میں میقات سے گزرنے کا وقت معتبر ہے۔ چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: المعتبرُ القَصدُ عِندَ المجَاوزة لَا عِندَ الخروجِ مِن بَيتِه۔[۲۹]

۲۸۔ بہارِ شریعت، میقات کا بیان، ۱/۱۰۶۸

۲۹۔ رد المحتار علی الدرّ المختار، کتاب الحج، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: أما لو قصد موضعاً من الحل، ۳/ ۵۵۲

یعنی، ارادہ میقات سے گزرتے کرتے وقت کا معتبر ہو گا نہ کہ اپنے گھر سے نکلتے وقت کا۔

لیکن دوسری صورت میں اگر انہوں نے عمرہ کا احرام حرم سے باندھ کر ادا کیا تھا، تو پھر اُن پر توبہ کے ساتھ ایک دَم ضرور لازم ہے، خواہ اُن کے لئے بلا احرام مقامِ حِل سے حرم آنا جائز تھا یا نہیں، کیونکہ حرم میں داخل شخص اگر عمرہ کا احرام حرم سے باندھ لے تو وہ گناہ گار ہوتا ہے اور اُس پر دَم لازم ہوتا ہے مگر جبکہ وہ حِل کی جانب لوٹ کر "تلبیہ" کہہ لے، تو اُس پر دَم لازم نہ ہو گا۔

چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: کسی کہ داخل حرم ست اگراحرام بست ازحل برائ حج یا ازحرم برائ عمرہ آثم گردد و لازم باشد بروے کہ عود کند بسوئ مکان مشروع برائے احرام واگرعود نہ کرد لازم گردد دم بروے۔(۳۰)

یعنی، اگر حرم میں داخل شخص حج کا احرام "حِل" سے یا عمرہ کا احرام "حرم" سے باندھے تو وہ گناہگار ہو گا اور اُس پر لازم ہو گا کہ وہ احرام کے لئے مشروع جگہ لوٹے، اور اگر نہ لوٹا، تو اُس پر دَم لازم ہو گا۔

۳۰۔ حیات القلوب، باب اول دربیان احرام، فصل دویم: دربیان مواقیت احرام حج وغیرہ، ص ۶۳

اور علّامہ شامی لکھتے ہیں: فلَو عكسَ فأحرمَ لِلحجّ مِن الحِلّ أو لِلعُمرةِ مِن الحَرمِ لَزمهُ دمٌ إلّا إذا عادَ مُلبيًا إلَى المِيقَاتِ المَشروعِ لَه كَمَا فِي "اللّبابِ" وغَيرِه۔(31)

یعنی، اگر اُلٹ کیا یعنی کسی نے حج کا احرام "حِل" سے یا عمرہ کا احرام "حرم" سے باندھا تو اس پر دَم لازم ہوگا، مگر یہ کہ وہ اپنے مشروع میقات کی طرف لوٹ کر "تلبیہ" کہے، جیسا کہ "لباب" وغیرہ میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جمعرات، ۲۷ رمضان ۱۴۴۱ھ۔ ۲۱ مئی ۲۰۲۰ء

رضاعی بہن کے نواسے کے ساتھ سفرِ حج پر جانا کیسا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فریدہ زوجہ محمد اسماعیل اپنی رضاعی بہن اور اپنی والدہ کی رضاعی بیٹی کے نواسے کے ساتھ سفرِ حج پر جانا چاہتی ہیں، کیا وہ شرعاً اپنی رضاعی بہن کے نواسے کے ساتھ حج پر جاسکتی ہے؟ (سائل: محمد سلیم برکاتی، نور مسجد حج گروپ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسؤلہ میں مذکورہ خاتون اپنے رضاعی بہن کے نواسے کے ساتھ سفرِ حج پر جاسکتی ہے، کیونکہ وہ رضاعت

۳۱۔ رد المحتار علی الدرّ المختار، کتاب الحج، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: لیتحقق نوع سفر، ۳/ ۵۵٤

کے رشتے سے اُس کی خالہ کے حکم میں ہے، اور خالہ مَحرم ہوتی ہے کیونکہ اُس سے نکاح کی حُرمت دائمی ہے۔

چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے: حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمۡ...وَخٰلٰتُکُمۡ۔ (۳۲)

ترجمہ: حرام ہوئیں تم پر تمہاری خالائیں۔(کنزالایمان)

اور خالائیں اگرچہ اوپر کی ہوں، اُن سے نکاح کی حُرمت ہے۔ چنانچہ علّامہ ابوالحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ اور امام ابو بکر بن علی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: (لَا یَحِلّ لِلرّجلِ أنْ یَتزوّجَ...بِخالتِہ) وکذلكَ عَمّة الأبِ وَالجدّ وَخالةُ الأبِ والجَدّ حَرامٌ وإنْ علَون۔ (۳۳)

یعنی، کسی مرد کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنی خالہ سے نکاح کرے اور اسی طرح باپ، دادا کی پھوپھی اور باپ، دادا کی خالہ حرام ہے اور اگرچہ اوپر کی ہوں۔

اوراُصول کی خالائیں اپنی خالہ کے حکم میں ہیں۔ چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اُصول کی پھوپیاں یا خالائیں اپنی پھوپی اور خالہ کے حکم میں ہیں۔ (۳۴)

۳۲۔ النسآء: ٤/ ٢٣

۳۳۔ مختصر القدوری و شرحہ الجوهرة النیرة، کتاب النکاح، مطلب فی بیان المحرمات، ۲/ ۱۰۸، ۱۰۹

۳٤۔ بہارِ شریعت، مُحرمات کا بیان، حصہ ۷، ۲/ ۲۲

لہٰذا معلوم ہوا کہ نسبی خالہ اپنے بھانجے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے اگرچہ اوپر کی ہو، اور مذکورہ خاتون اگرچہ اس لڑکے کی نسبی خالہ نہیں لیکن چونکہ وہ رضاعت کے رشتے سے اُس کی خالہ کے حکم میں ہے، اس لئے وہ مذکور لڑکے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے کیونکہ شرع میں جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الوِلاَدَةِ۔[۳۵]

یعنی، جو عورتیں ولادت (یعنی نسب) سے حرام ہیں، وہ رضاعت سے حرام ہیں۔

اس حدیث شریف کے تحت علّامہ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالھادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں: أنّ الرّضيعَ يصِير ولداً للمُرضعةِ بالرّضاعِ فيَحرمُ عَليه مَا يحرُم عَلى ولدِها۔[۳۶]

یعنی، دُودھ پینے والا بچہ دُودھ پینے کی وجہ سے پلانے والی کا بچہ ہو جاتا ہے پس دُودھ پینے والے پر وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو پلانے والی کے نسبی بچے پر حرام ہوتے ہیں لیکن بعض رشتے اس حکم سے خارج ہیں۔

۳۵۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یحلّ مِن الدّخول... إلخ، برقم ۵۲۳۹، ۳ / ۴۰۶

۳۶۔ شرح سُنن إبن ماجة، أبواب النكاح، باب يحرم مِن الرضاعة ما يحرم من النسب، ۱ / ۵۹۷

چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علّامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (ویَحرمُ مِن الرّضاعِ مَا يَحرمُ مِن النّسبِ) لِلحَديثِ الّذِي رَوَيْنا (إلّا أمّ أختِه مِن الرّضاعِ فإنّه يَجوزُ أَن يَتزوّجَها ولَا يَجوزُ أن يَتزوّجَ أمّ أختِه مِن النّسبِ) ؛ لِأنّها تَكونُ أمّه أو مَوطوءةَ أبِيه، بخلَافِ الرّضاعِ. (وَيَجوزُ أن يَتزوّجَ أختَ ابنِه منَ الرّضاعِ، ولَا يَجوزُ ذلكَ مِن النّسبِ)؛ لِأنّه لَمّا وَطئَ أمّها حرّمَت عَليهِ، ولَمْ يُوجدْ هذَا المَعنَى فِي الرّضاعِ۔[۳۷]

یعنی، رضاعت سے وہ عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسب سے حرام ہیں اُس حدیث کی وجہ سے جسے ہم بیان کر چکے ہیں سوائے اپنی رضاعی بہن کی ماں، لیکن اپنی نسبی بہن کی ماں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یا تو اُس کی ماں ہو گی یا اُس کے باپ کی بیوی ہو گی، برخلاف رضاعت کے، اور اپنے رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ باپ نے جب اُس کی ماں سے وطی کر لی تو بیٹے کی بہن اُس پر حرام ہو گئی اور یہ معنی رضاعت میں موجود نہیں ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مذکورہ خاتون اُن عورتوں میں سے بھی نہیں کہ جو اس حکم سے خارج ہیں، لہٰذا یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ مذکورہ

۳۷۔ بدایة المبتدی وشرحه الهدایة، کتاب الرضاع، ۱،۲/ ۲۵۸

عورت رضاعت کے رشتے کی وجہ سے اُس لڑکے پر ہمیشہ کیلئے حرام ہے جس کے سبب وہ اُس کا مُحرم ہے۔

چنانچہ مَحرم کی تعریف بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: مراد به محرم کسی ست که حرام باشد بروی نکاح آن زن بر وجه ابد برابر ست۔[۳۸]

یعنی، مَحرم سے مراد وہ شخص ہے جس سے عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

اور جب وہ مَحرم ہے تو اُس کے ہمراہ سفر بھی جائز ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عنِ ابْنِ عبّاسٍ رضيَ الله عَنهما قالَ: قالَ النَّبيّ صلّى اللهُ عَليهِ وَسلّم: «لَا تُسَافِرِ المَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ».[۳۹]

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عورت نہ سفر کرے مگر مَحرم کے ساتھ"۔

لہٰذا مذکورہ خاتون اپنی رضاعی بہن کے نواسے کے ساتھ سفرِ حج پر جاسکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ہفتہ، ۱۲ شعبان ۱۴۴۲ھ۔ ۲۶ مارچ ۲۰۲۱م

۳۸۔ حیات القلوب، فصل دویم: دربیان شرائط حج، نوع دویم در ذکر شرائط وجوب اداء حج، ص ۳۲

۳۹۔ صحیح البخاری، کتاب جزاء الصّید، باب حجّ النّساء، برقم ۱۸۶۲، ۱/ ۴۵۸

احرام کی تجدید کے لئے میقات لوٹنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ وُقوفِ عرفہ سے پہلے مُحرم بچہ بالغ ہو جائے، تو فرض حج ادا ہونے کے لئے اُسے تجدیدِ احرام چونکہ ضروری ہے، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا اُسے تجدیدِ احرام کے لئے میقات لوٹنا ضروری ہو گا یا پھر وہ "حِلّ" یا "حرم" میں بھی احرام کی تجدید کر سکتا ہے؟

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اُسے تجدیدِ احرام کے لئے میقات لوٹنا لازم نہیں، بلکہ وہ "حِلّ" یا "حرم" جہاں سے چاہے احرام کی تجدید کر سکتا ہے، کیونکہ میقات سے فقط احرام کی ابتداء واجب ہے نہ کہ تجدید۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

الظّاهرُ أنّ الرّجوعَ ليسَ بلَازمٍ لِأنّ إنشاءَ الإحرامِ مِن المِيقاتِ وَاجبٌ فَقط. (۴۰)

یعنی، ظاہر یہ ہے کہ میقات لوٹنا لازم نہیں ہے کیونکہ میقات سے فقط احرام کی ابتداء واجب ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

جمعرات، ۷ محرم ۱۴۴۲ھ۔ ۲۶، اگست ۲۰۲۰م

۴۰۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، تحت قوله: فلو جدد إلخ، ۳/ ۵۳۵

حائضہ کو احرام باندھنے کیلئے غسل کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حائضہ جب احرام باندھے گی تو اُسے احرام باندھنے کیلئے غسل کرنا ضروری ہو گا یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں حائضہ کو احرام باندھنے کیلئے غسل کرنا ضروری نہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ وہ بھی غسل کرے۔

چنانچہ امام ابوالحسن احمد بن محمد قُدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ اور علامہ ابوبکر بن علی بن محمد زبیدی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: (وإذا أرَاد الإحرامَ اغتسلَ أو توضّأ والغُسل أفضلُ) سوَاء أرادَ الإحرَام بالحجّ، أو بالعُمرَةِ، أو بهِما. والغُسل هُنا للنّظافةِ لَا للطّهارةِ، حتّى أنّه تؤمرُ بِه الحائِض والنّفسَاء۔[41]

یعنی، اور جب وہ احرام باندھنے کا قصد کرے تو وہ وضو یا غسل کرے البتہ غسل کرنا افضل ہے خواہ اُس نے احرامِ حج کا ارادہ کیا ہو یا احرامِ عمرہ کا یا ان دونوں کے احرام کا، اور یہاں غسل پاکیزگی کیلئے ہے نہ کہ طہارت کیلئے، یہاں تک کہ حیض والی اور نفاس والی کو بھی اس کا حکم دیا جائے گا۔

۴۱۔ مختصر القدوری وشرحه الجوهرة النيرة، كتاب الحج، مطلب فی الإحرام، ۱/ ۳۶۴، ۳۶۵

اورامام محمد بن عبدالرشید کرمانی حنفی متوفی ٥٦٥ھ لکھتے ہیں:ولَا یلزمُ غُسل الحائضِ فِی حالِ إرادةِ الإحرامِ؛ لأنّها لَا تَغتسلُ للإحرامِ، وإنّما تغتسلُ لینقطِع عَنها الرَّوائح الکرِیهة؛ لکیلَا یتأذی بعضُهم برائحةِ البعضِ أیّام الإحرامِ. (٤٢)

یعنی،حائضہ کواحرام باندھنے کیلئے غسل کرنالازم نہیں کیونکہ وہ احرام کی وجہ سے غسل نہیں کرے گی بلکہ وہ غسل اس لئے کرے کہ اُس سے ناپسندیدہ بُو ختم ہو جائے تاکہ احرام کے دنوں میں ایک دوسرے کو بُو کے ذریعے تکلیف نہ پہنچے۔

اورامام برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:(وإذا أرَاد الإحرامَ اغتسلَ أو توضّأ والغُسل أفضلُ)لمَا روىَ أنّه علیه الصّلٰوة والسّلَام اغْتَسَلَ لإحْرَامِهِ إلّا أنّه للتنظیفِ حَتّی تؤمرَ بِه الحائِض وإن لَم یقعْ فَرضاً عنهَا، فیقُوم الوضُوء مقَامه کمَا فِی الجُمعةِ، لکِنّ الغُسلَ أفضَل؛ لأنّ مَعنی النّظافةِ فِیه أتمّ، ولأنّه عَلیهِ الصلَاة والسّلَام اختَاره. (٤٣)

یعنی،اورجب وہ احرام باندھنے کاقصد کرے تووہ وضویاغسل کرے البتہ غسل کرناافضل ہے کیونکہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے احرام کیلئے غسل فرمایا ہے،لیکن یہ غسل صفائی حاصل کرنے کیلئے ہے یہاں تک کہ حائضہ کو بھی غسل کاحکم دیاجائے گااگرچہ اس سے فرض واقع نہ ہو،پس وضواس غسل کے قائم مقام

٤٢۔ جواهر الفتاوی،کتاب الطهارة،الباب الثانی،ص ٨١

٤٣۔ الهدایة،کتاب الحج،باب الإحرام،١/ ١٦٤

ہو جائے گا جس طرح جمعہ میں ہوتا ہے لیکن غسل کرنا افضل ہے کیونکہ صحیح معنوں میں نظافت (صفائی) کا مفہوم غسل میں ہے، اور اس لئے بھی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے غسل کو اختیار فرمایا ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب
۸ صفر المظفر ۱۴۴۳ھ۔ ۱۵ ستمبر ۲۰۲۱م

قانون کے پیشِ نظر مُحرِم کا ماسک لگانا کیسا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کورونا وائرس کے سبب ایک عرصے تک عُمرہ کی ادائیگی کا سلسلہ موقوف رہا اور اب بحمدہ تعالیٰ عُمرہ ادا کرنے کی اجازت تو دے دی گئی ہے لیکن عُمرہ کرنے والے کو ماسک کا استعمال لازمی قرار دے دیا گیا ہے اور اس کے بغیر عُمرہ کرنے کی اجازت نہیں دی جا رہی، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس صُورت میں ماسک لگا کر عُمرہ ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں، کیونکہ حالتِ احرام میں ماسک لگانا شرعاً ناجائز و گناہ ہے؟

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں یہ دُرست ہے کہ مُحرِم کیلئے ماسک لگانا شرعاً ناجائز و گناہ ہے اور فقیر نے اس کی مُمانعت پر تفصیلی فتویٰ بھی لکھا ہے جو "فتاویٰ حج وعمرہ" کے پندرہویں حصّے میں موجود ہے، لیکن وہ حکم نارمل حالت میں ہے، جبکہ موجودہ صُورتِ حال میں چونکہ عُمرہ کرنے والوں کو ماسک کا استعمال لازمی قرار دیا گیا ہے اور اس کے بغیر اُنہیں عُمرہ کرنے کی اجازت بھی نہیں، اور پھر ظاہر ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرنے والے کے ساتھ قانونی کاروائی بھی کی جائے گی، لہٰذا عُمرہ کرنے والے اِن حالات میں یقیناً قانون

کے آگے مجبور ومعذور ہیں اور بحالتِ عُذر چہرہ چُھپانا مباح یعنی جائز ہے،البتہ اسے پہننے کے سبب اگر چہرے کا چوتھائی یااس سے زائد حصّہ چارپَہر یعنی بارہ گھنٹے یااس سے زائد لگاتار چُھپارہا،تواُس پر دَم لازم ہو گا جبکہ چارپَہر سے کم وقت چھپا رہنے کی صُورت میں صدقہ ٔ فطر واجب ہو گا،اور صدقہ ٔ فطر اپنے وطن واپس آکر بھی دیاجاسکتاہے کیونکہ صدقہ حرم میں دیناضروری نہیں جبکہ دَم سرزمین حرم پر دینا ضروری ہے۔

چنانچہ علّامہ ابوزید عبد اللہ بن عمر دبوسی حنفی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:یباح حَال العُذرِ.[۴۴]

یعنی،حالتِ عُذر میں چہرہ چُھپانا مُباح ہے۔

اور جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وہ اگر کسی عُذر سے ہوں تو گناہ نہیں، مگر ان پر جو جُرمانہ مقرر ہے اُس کی ادائیگی لازم ہے۔ چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:(المُحرِم إذا جَنی... بعُذر فعلَیه الجزاءُ دونَ الإثمِ) فالصّواب أن یقولَ:فَلا بُدّ مِن الجزَاءِ عَلی کلّ حَال، والتّوبَة فِی بعْضِ الأفعَالِ۔[۴۵]

٤٤۔ کتاب المناسك من الأسرار للدّبوسی،مسائل اللّبس ،مسئلة:هل للمحرم أن یغطی وجهه،ص۲٤۹

٤٥۔ لباب المناسک و شرحه المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط،باب الجنایات، ص٤٢١،٤٢٢

یعنی، جب مُحرِم عُذر کی وجہ سے جُرم کرے تو اُس پر کفّارہ لازم ہو گا نہ کہ گناہ، پس دُرست یہ ہے کہ کہا جائے کہ کفّارہ ہر حال میں لازم ہو گا، اور توبہ بعض کاموں میں ہے۔

اور امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وُہ اگر کسی عُذر سے یا بُھول کر ہوں تو گناہ نہیں، مگر ان پر جو جُرمانہ مقرر ہے ہر طرح دینا آئے گا اگرچہ بے قصد ہوں سہواً یا جبراً یا سوتے میں۔(٤٦)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں: مُحرِم اگر بالقصد بلا عُذر جرم کرے تو کفّارہ بھی واجب ہے اور گنہگار بھی ہوا، لہٰذا اس صورت میں توبہ واجب کہ محض کفّارہ سے پاک نہ ہو گا جب تک توبہ نہ کرے اور اگر نادانستہ یا عُذر سے ہے تو کفّارہ کافی ہے۔ جُرم میں کفّارہ بہر حال لازم ہے، یاد سے ہو یا بھول چوک سے، اس کا جرم ہونا جانتا ہو یا معلوم نہ ہو، خوشی سے ہو یا مجبوراً، سوتے میں ہو یا بیداری میں، نشہ یا بے ہوشی میں یا ہوش میں، اُس نے اپنے آپ کیا ہو یا دوسرے نے اُس کے حکم سے کیا۔(٤٧)

اور حالتِ احرام میں چہرہ چُھپانے کی جزاء بیان کرتے ہوئے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱٦۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: لَو غَطّی

٤٦۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، ۱۰/ ۷۳۵

٤٧۔ بہارِ شریعت، جُرم اور اُن کے کفّارے کا بیان، حصّہ ۱، ٦/ ۱۱٦۲

المُحرِمِ رَأسه أو وَجههُ يَومًا فعَليهِ دمٌ، وإن كانَ أقلّ مِن ذلكَ فعلَيهِ صدقةٌ كذَا فِي الخلاصةِ وَكذَا إذا غَطّاه لَيلةً كاملةً سَواءٌ غَطّاهُ عَامدًا أو ناسيًا أَوْ نَائمًا كذَا فِي السّراجِ الوهّاجِ۔[۴۸]

یعنی، اگر مُحرِم نے اپنے سر یا اپنے چہرے کو ایک دن چُھپایا تو اُس پر دَم لازم ہو گا، اور اگر ایک دن سے کم چُھپایا تو اُس پر صدقہ لازم ہو گا اسی طرح "خلاصۃ الفتاوی" میں ہے اور اسی طرح جب وہ اسے مکمل رات چُھپائے خواہ اُس کا چُھپانا جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا پھر سونے کی حالت میں ہو، اسی طرح "سراج الوھاج" میں ہے۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: مرد سارا سر یا چہارم یا مرد خواہ عورت منہ کی ٹکلی ساری یا چہارم، چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا چار سے کم اگرچہ سارا سر یا منہ تو صدقہ ہے اور چہارم سے کم کو چار پہر سے کم تک چھپائیں تو گناہ ہے کفّارہ نہیں۔[۴۹]

لہٰذا عُمرہ کرنے والے اگر ان حالات میں قانون کے پیشِ نظر ماسک لگاتے ہیں تو وہ گنہگار نہ ہوں گے البتہ اسے پہننے پر کفّارہ واجب ہونے کی صُورت میں اُسے

٤٨ـ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الثاني في اللبس، ٢٤٢/١

٤٩ـ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، فصل ششم: جُرم اور ان کے کفارے کا بیان، ۷۵۸/۱۰

ادا کرنا ہو گا، لیکن اس کے سبب عُمرہ جیسی عظیم عبادت کوترک کرنے کا مشورہ اور حکم دینا قطعاً دُرست نہیں کیونکہ عُمرہ اگرچہ فی نفسہٖ ایک نفلی عبادت ہے لیکن یہ عام نفلی عبادت نہیں بلکہ ایک خاص نفلی عبادت ہے اور ایسی نفلی عبادت جو مُنجر إلی مداومۃِ الفرائض والواجبات (فرائض وواجبات کی ہیشگی کی طرف لے جانے والی) ہے یعنی ایسی نفلی عبادت ہے کہ جب اللہ کا بندہ عُمرہ کی ادائیگی سے واپس آتا ہے تو اُس کی زندگی بدل جاتی ہے، مُشاہدہ سے یہ ثابت ہے کہ تارکِ نماز پابندِ نماز ہو جاتا ہے، داڑھی منڈا داڑھی رکھ لیتا ہے، والدین کا نافرمان فرمانبردار بن جاتا ہے، وغیرہ تو لوگوں کو ایسی عظیم نفلی عبادت سے صرف اس لئے روکنا کہ ماسک لگا کر عُمرہ کرنا ہو گا، دُرست نہیں۔ جبکہ یہ بات بھی ثابت ہے کہ عُذر کی حالت میں چہرہ ڈھانپ سکتے ہیں اور اس کا گُناہ بھی نہیں۔ ثانیاً یہ کہ سعودی حکومت کی طرف سے پابندی کے لگائے جانے کا کوئی ٹائم فریم بھی نہیں، مثلاً یہ پابندی ایک ہفتہ یا ایک ماہ یا ایک سال کیلئے ہو گی، بلکہ یہ پابندی کورونا کے مرض کی وجہ سے لگائی گئی ہے اور اس مرض کے ختم ہونے کا بھی کوئی ٹائم فریم نہیں یعنی یہ پابندی مرضِ کورونا کے اختتام تک لگائی گئی ہے، مرض ختم ہو گا تو پابندی بھی ختم، توبالفرض اگر یہ بیماری ایک سال تک یا دو سال تک یا پانچ سال تک ختم نہیں ہوتی تو پھر اتنی مدّت تک مسلمانوں کو عُمرہ کی ادائیگی سے روکنا دُرست عمل ہو گا؟ نہیں ہرگز نہیں، اتنی عظیم عبادت سے مسلمانوں کو روکنا دُرست نہیں۔ بلکہ حکم وہی ہے جو اُوپر گزرا۔

واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

بدھ، ۱۸ صفر ۱۴۴۲ھ۔ ۶، اکتوبر ۲۰۲۰م

وعدہ خلافی کرکے عمرہ کرنے کا حکم

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عمرہ پر جارہاہے اور یہ وعدہ کرکے کہ میں عمرہ سے آکر تمہاراکام کردوں گا چاہے اس پر میراپانچ ہزار نہیں دس ہزار روپے خرچہ آئے اور واپس آنے پر وہ کام نہ کرے تواُس کے عمرہ پر کیااثر ہوگا؟اگر ہوگاتواسکے ازالے کاطریقہ کیاہوگا؟

(سائل: محمد حنیف ولد محمد یوسف، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب:صُورتِ مسئولہ میں اگروعدہ کرتےوقت اُسے پورانہ کرنے کی نیت تھی تووہ شخص گنہگارہوگاورنہ نہیں۔باقی رہا اُس کاعمرہ تواس فعل کی وجہ سےاُس کے عمرے پر کوئی اثر نہیں پڑے گااور مذکور شخص کوچاہیے کہ اگر کوئی عُذر نہیں تووہ اپنےوعدے کو ضرور پوراکرے۔

چنانچہ وعدہ خلافی کاحکم بیان کرتے ہوئےعلّامہ زین الدین بن ابراہیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتےہیں:الخلفُ فِي الوَعدِ حَرامٌ كذَا فِي أضحيّةِ الذّخيرَة وفِي القُنيةِ.وَعدهُ أن يَأتيَه فلَم يَأتِهِ لَا يَأثمُ وَلَا يلزمُ الوَعدُ إلّا إذَا كَانَ مُعلّقًا كَما فِي كفالةِ البزّازيّةِ۔[50]

۵۰۔ الأشباہ والنّظائر،الفن الثانی،کتاب الحظر والإباحۃ،ص۲۸۸

یعنی، وعدہ خلافی حرام ہے ایسے ہی "ذخیرہ" میں اضحیہ کے بیان میں ہے اور "قنیہ" میں ہے کہ کسی سے آنے کا وعدہ کیا پھر اس کے پاس نہ آیا تو وہ گنہگار نہیں ہو گا اور نہ ہی اُسے وعدہ لازم ہو گا مگر جبکہ اُس نے وعدہ کو معلّق کیا ہو، جیسا کہ "بزازیہ" میں کفالت کے بیان میں ہے۔

اور امام حافظ الدین محمد شہاب الدین بن بزار کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں: مَن وعدَ غَيره بقضاءِ دينِه بأن قَال: بدهم، لا يجِب شَيء.[۵۱]

یعنی، جس نے اپنے غیر سے وعدہ کیا کہ اُس کا قرض ادا کرے گا بایں طور پر کہ اُس نے کہا کہ میں دوں گا تو کچھ بھی واجب نہیں ہو گا۔

اور وعدے کے خلاف کرنا اُس وقت حرام ہے کہ جب وعدہ کرتے وقت اُسے پورا نہ کرنے کی نیت ہو اور اگر نیت اُسے پورا کرنے کی ہو تو پھر حرام و گناہ نہیں۔

چنانچہ علّامہ سیّد احمد بن محمد حموی حنفی متوفی ۱۰۹۸ھ لکھتے ہیں: قَال بعضُ الفضلاء: فإن قِيلَ: مَا وجْه التّوفيقِ بَين هذينِ القَولينِ، فإنّ الحرامَ يأثمُ يفعلُه، وقَد صرّحَ فِي " القُنية" بنَفيِ الإثمِ. قُلت يحملُ الأوّل عَلى مَا إذا وعدَ، وفِي نيّتِه الخلْف، فيحرمُ لأنّه مِن صِفاتِ المنافقينَ، والثّانِي عَلى مَا إذا نَوى الوفَاء وعرضَ مَانع.[۵۲]

۵۱۔ الفتاوی البزازیة علی هامش الهندية، كتاب الكفالة، نوع في ألفاظه، ٦/ ٣

۵۲۔ شرح الحموی علی الأشباه والنظائر، الفن الثانی، كتاب الحظر والإباحة، ٢/ ٤٦٤

یعنی، بعض فضلاء نے کہاپس اگر کہاجائے کہ ان دونوں اقوال کے درمیان تطبیق کی صُورت کیاہے کیونکہ حرام فعل کے ارتکاب سے گناہ ہوتاہے حالانکہ "قنیہ" میں گناہ نہ ہونے کی تصریح کی گئی ہے. میں کہتاہوں کہ پہلے کواس پر محمول کیا جائے کہ جب وہ وعدہ کرے اور نیت یہ ہو کہ وعدہ خلافی کرے گاتو حرام ہے کیونکہ یہ منافقین کی صفات میں سے ہے،اوردوسرے قول کواس پر محمول کریں گے کہ جب وعدہ پوراکرنے کی نیت ہو،اور کوئی رکاوٹ پیش آجائے۔(تووہ گنہگار نہیں ہوگا)

اور شیخ محمد علی رافعی لکھتے ہیں:وَالتوفِيق بينَه وبَين الأوّلِ بحَملُ الأوّل عَلى مَا إذا وعدَ وفِي نيّته الخلْف فيحرمُ والثّانِي عَلى مَا إذا نَوى الوفَاء وعرضَ مَانِع.(۵۳)

یعنی،اس کے اوراوّل قول کے درمیان مطابقت اس طرح ہوگی کہ اوّل کواس پر محمول کیاجائے گاکہ وعدہ کرے اور نیت یہ ہو کہ وعدہ خلافی کرے گاتو حرام ہے۔اور دوسرا قول اس پر محمول کیاجائے گاکہ وہ وعدہ کرے اور نیت ہو کہ وہ اسے پوراکرے گااور کوئی رکاوٹ پیش آجائے۔

اور سچے دل سے وعدہ کرنے کے بعد بلاعُذر اُس کے خلاف کرنااگرچہ حرام وگناہ نہیں لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔

۵۳۔ حاشية الأشباه والنّظائر للرافعي،الفن الثانی،کتاب الحظر والإباحة ،تحت قوله:وفی القنية وعده إلخ،ص۱۵۹

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: أنَّ خلفَ الوَعدِ مَكروهٌ لَا حَرامٌ، وفِي الذّخيرَةِ: يُكرَه تَنزِيهًا؛ لِأنّهُ خَلفَ الوَعدَ ويُستَحبّ الْوفاءُ بِالعَهدِ. سائحاني۔(۵۴)

یعنی، وعدہ خلافی مکروہ ہے حرام نہیں، اور "ذخیرہ" میں ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے؛ کیونکہ اُس نے وعدے کے خلاف کیا ہے حالانکہ وعدے کو پورا کرنا مستحب ہے (سائحانی)۔

اور امام اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: اگر کوئی عذر و مصلحت نہیں بلاوجہ نسبت (یعنی منگنی) چھڑائی جاتی ہے تو یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے... حرام وگناہ نہیں، حضور پُرنور سیّد العالمین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: "لَيْسَ الْخُلْفُ أَنْ يَعِدَ الرَّجُلُ وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَفِيَ وَلَكِنَّ الْخُلْفُ أَنْ يَعِدَ الرَّجُلُ وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ لَا يَفِيَ" وعدہ خلافی یہ نہیں کہ مرد وعدہ کرے درانحالیکہ اس کی نیت وعدہ کو پُورا کرنے کی ہو، لیکن وعدہ خلافی یہ ہے کہ مرد وعدہ کرے درانحالیکہ اس کی نیت اس وعدہ کو پُورا نہ کرنے کی ہو۔ اس کو ابو یعلی نے اپنے "مسند" میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ حسن روایت فرمایا۔(۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۵۴۔ رد المحتار، كتاب العارية، تحت قوله: ولو مؤقتة، ۸/ ۵۵۱

۵۵۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، باب القسم، ۱۲/ ۲۸۳

منگل،۸شعبان ۱۴۴۲ھ۔۲۳مارچ۲۰۲۱م

نفلی طواف نامکمل چھوڑنے پر حکم

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نفلی طواف کے اکثر یا اقل چکر چھوڑنے پر کیا لازم ہو گا؟(سائل:صُوفی اقبال ضیائی،مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں نفلی طواف نامکمل چھوڑنے والے پر توبہ لازم ہو گی اور کفّارے کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی نے نفلی طواف کے اکثر چکر یعنی چار یا اس سے زائد پھیرے چھوڑے تو اُس پر دَم لازم ہو گا اور چار سے کم پھیرے چھوڑے تو ہر پھیرے کے بدلے میں ایک صدقۂ فطر لازم ہو گا، کیونکہ ہر نفلی طواف کا حکم طوافِ قُدوم کی مثل ہے۔

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: حُکم کلّ طَواف تطَوّع کحُکمِ طَوافِ القُدومِ.(۵۶)

یعنی، ہر نفلی طواف کا حکم طوافِ قُدوم کے حکم کی مثل ہے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: طواف بای تطوع مثل طواف قدوم۔(۵۷)

۵۶۔ لباب المناسك،باب الجنايات،النّوع الخامس فی الجنایات فی أفعال الحجّ...إلخ،فصل فی الجناية فی طوافِ القدوم،ص۲۱۶

۵۷۔ حیاۃ القلوب،باب سیوم دربیان طواف، فصل اول درانواع طواف، ص۱۱۵

یعنی، نفلی طواف 'طوافِ قُدوم کی مثل ہے۔

اور طَوافِ قُدوم کے اکثر چکر چھوڑنے پر دَم لازم ہوتا ہے جبکہ اقل چکر چھوڑنے پر صدقہ لازم ہوتا ہے۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: أمّا القُدوم...لَو تَركَ أقلّهُ تَجبُ فِيه صَدقةٌ وَلو تركَ أكثرَهُ يَجبُ فِيه دمٌ لِأنّه الجابرُ لتَركِ الوَاجبِ فِي الطّوافِ كسُجودِ السّهوِ فِي تَركِ الوَاجبِ فِي النّافِلة۔ (۵۸)

یعنی، اگر کسی نے طوافِ قدوم کے اقل چکر چھوڑے تو اُس پر صدقہ لازم ہوگا اور اگر اس کے اکثر چکر چھوڑے تو اُس پر دَم لازم ہوگا، کیونکہ طواف میں واجب چھوڑنے کی وجہ سے دَم اسی طرح ہے جیسے نفلی نماز میں واجب کو ترک کرنے میں سجدۂ سہو۔

اور نفلی طواف شروع کرنے کے بعد حکم میں طوافِ صدر کی مثل ہے کیونکہ نفلی طواف شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔

۵۸۔ رد المحتار، کتاب الحج، مطلب: فی طواف القدوم، ۳/ ۵۸۱

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:لَوْ تركَ بعضَه لمْ أجِدْ فِيه تَصْرِيحاً و يَنْبَغِي أن يكُونَ الحُكم فِيه كالحُكمِ فِي طَوافِ الصّدرِ فإنّه وَجبَ بالشّروع.[٥٩]

یعنی،اگر کسی نے طوافِ قُدوم کے بعض چکر ترک کئے،اس بارے میں حکم کی تصریح میں نے نہیں پائی ہے،اور چاہیے کہ اس میں ویسا ہی حکم ہو جیسا طوافِ صدر میں حکم ہے۔

اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:أمّا القدومُ فَلَمْ يُصرّحُوا بِما يَلزمُه لَو تَركَه بعدَ الشّروعِ، وَبحثَ السّنديُّ فِي منسَكِه الكَبيرِ أنّه كَالصّدرِ ونازَعهُ فِي شَرحِ اللّبابِ بِأنّ الصّدرَ وَاجبٌ بِأصلِه فلَا يُقاس علَيهِ مَا يجبُ بِشروعِه فالظّاهرُ أنّهُ لَا يلزَمهُ بتَركِه شَيءٌ سِوَى التّوبةِ كصلَاةِ النّفلِ اهـ مُلخّصًا. وَقدْ يُقال وُجوبهُ بِالشّروعِ بِمعنَى وُجوبِ إكمالِه وقَضائِه بإهمالِه ويَلزمُ مِنهُ وُجوب الإتيانِ بِواجبَاتِه كَصلَاةِ النّافلَة، حَتّى لَو تَركَ مِنهَا وَاجبًا وَجبَ إعَادتُها أو الإتيانُ بِها يَجبرُ مَا تَركهُ مِنهَا كالصّلاةِ الواجبَةِ ابتِداءً، وهُنا كَذلِك۔[٦٠]

٥٩۔ مجامع المناسك،باب الجنايات،فصل وإن طاف للقُدوم،ص ٤٣٠

٦٠۔ رد المحتار،كتاب الحج،مطلب:في طواف القدوم،٣/ ٥٨١

یعنی، فقہائے کرام نے اس کی تصریح نہیں کی ہے کہ طوافِ قُدوم شروع کرنے کے بعد اُسے چھوڑنے پر کیالازم ہو گااور علّامہ سندھی علیہ الرحمہ نے اپنی "منسک کبیر" میں بحث کرتے ہوئے کہا: یہ طوافِ صدر کی طرح ہے اور ملّا علی قاری نے "شرح لباب" میں ان سے منازعت کی کہ طوافِ صدر اپنی اصل کے اعتبار سے واجب ہے تو اس پر اسے قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے جو شروع کرنے کے سبب واجب ہو، لہٰذا ظاہر بات یہ ہے کہ اس کے ترک سے سوائے توبہ کے کوئی شے لازم نہیں ہو گی جس طرح نفلی نماز ہے 'ملّا علی قاری کی عبارت ختم ہوئی "ملخصاً"، بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے: اس کے شروع کرنے سے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے مکمل کرنا اور اسے مہمل چھوڑنے کی صُورت میں اس کی قضا کرنا واجب ہے، اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کے واجبات کے ساتھ اسے بجالانا واجب ہو گا جس طرح نفلی نماز ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی نماز کے واجب کو ترک کرتا ہے تو اس کا اعادہ کرنا اور اسے بجالانا واجب ہو گا کہ جس کے ذریعے وہ نقصان پورا ہو جائے جس طرح اُس نماز کا معاملہ ہوتا ہے جو ابتداء ہی سے واجب ہو اور یہاں صورتحال اسی طرح ہے۔

اور آگے لکھتے ہیں: لَم يُصرّحوا بحُكمِ طَوافِ القُدومِ لَو شَرَعَ فِيه وَتركَ أكثَرَهُ أو أقلَّهُ. وَالظّاهرُ أنّهُ كالصّدرِ لوُجوبِه بِالشّروعِ۔[61]

٦١۔ رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: أو أربعة منه، ٣/ ٦٦٥

یعنی، فقہائے کرام نے اس بارے میں تصریح نہیں کی کہ اگر کسی نے طوافِ قُدوم شروع کیا اور اُس کے اکثر یا اقل پھیرے چھوڑ دئے تو کیا حکم ہے؟ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ طوافِ صدر کی مثل ہے، طواف شروع کرنے کے سبب واجب ہونے کی وجہ سے۔

اور طوافِ صدر کے اکثر چکر چھوڑنے پر دَم اور چار پھیروں سے کم چھوڑنے کی صُورت میں ہر پھیرے کے عوض ایک صدقۂ فطر لازم ہوتا ہے۔

چنانچہ علّامہ ابوالحسن علاء الدین علی بن بلبان فارسی حنفی متوفی ۷۳۹ھ لکھتے ہیں: لَو تركَ طوَاف الصّدرِ أو أكثرَه تجبُ شَاة ، و يؤمرُ بإعادتِه مَا دَام بمكّة ، وَلو تركَ ثلَاثة أشوَاط مِن طَواف الصّدرِ عَليهِ أن يُطعمَ ثلاثةَ مسَاكين ، كلّ مسكِين نصفَ صَاع.[٦٢]

یعنی، اگر کسی نے طوافِ صدر کُل یا اکثر ترک کیا تو دَم واجب ہو گا، اور جب تک وہ مکہ میں ہے اُسے اعادہ کا حکم دیا جائے گا، اور اگر طوافِ صدر کے تین پھیرے ترک کئے تو اُس پر لازم ہو گا کہ وہ تین مساکین کو کھانا کھلائے، ہر ایک مسکین کو نصف صاع۔

اور علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (مَن تركَ طَواف الصّدرِ كلّه أو أكثرَه ، فعَليه شَاة) أى لتَركِ

٦٢۔ عُمدة السّالك فى المناسك، الباب الرابع عشر: فى الجنايات، فصل فى ترك الطّواف أو بعضه، ص ٥١٥

الوَاجبِ (ومَا دَام فِي مكّة يؤمَر بأن يطُوفَه، وإنْ تركَ ثلاثَة أشْوَاط مِنه، فعَليه لكُلّ شَوطِ صَدقَة) أى فيُطعِم ثلاثَة مسَاكينَ ، كلَّ مسكِين نصفَ صَاع مِنْ برّ. (٦٣)

یعنی، جو مکمل یا اکثر طوافِ صدر چھوڑ دے تو اُس پر دم لازم ہو گا یعنی ترکِ واجب کی وجہ سے، اور جب تک وہ مکہ میں ہے اُسے طواف کرنے کا حکم دیا جائے گا، اور اگر طوافِ صدر کے تین پھیرے چھوڑے تو ہر پھیرے کے عوض اُس پر ایک صدقہ لازم ہو گا یعنی وہ تین مساکین کو کھانا کھلائے، ہر ایک مسکین کو نصف صاع گندم۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: طوافِ رُخصت کُل یا اکثر ترک کیا تو دَم لازم اور چار پھیروں سے کم چھوڑا تو ہر پھیرے کے بدلے میں ایک صدقہ۔ (٦٤)

اور نفلی طواف شروع کرنے کے بعد اُسے مکمل کرنا واجب ہو تا ہے۔ چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: لَو شرعَ فِيه أو فِي طوافِ التّطوّعِ يجِب عَليه إتمَامه۔ (٦٥)

٦٣۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الجنايات وأنواعها، النّوع الخامس: الجنايات فى أفعال الحج، ص٤٩٦۔٤٩٧

٦٤۔ بہار شریعت، حج کا بیان، جُرم اور ان کے کفّارے کا بیان، ۱/۱۱۷۶

٦٥۔ مجامع المناسك، باب الجنايات، فصل وإن طاف للقُدوم، ص٤٣٠

یعنی، اگر کوئی طوافِ قُدوم یا نفلی طواف شروع کرلے تواُس پر طواف کو مکمل کرناواجب ہوگا۔

لہٰذا نفلی طواف کو نامکمل چھوڑنے والا گنہگار ہوگا جس کے سبب اُس پر توبہ لازم ہوگی۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

جمعہ،۲۷رجب ۱۴۴۲ھ۔۱۲مارچ۲۰۲۱م

دورانِ طواف وضو کا ٹوٹنا

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں طواف کررہی تھی اور چار چکر پورے ہونے میں میرے کوئی دس بارہ قدم باقی رہ گئے تھے کہ میرا وُضوٹوٹ گیا،اب میں نے وُضو کرکے دوبارہ وہیں سے طواف شروع کیاہے،توکیا طواف ہوجائے گا؟(سائلہ:ایک اسلامی بہن)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں طواف ہوجائے گا،کیونکہ طواف کے پھیروں میں موالاۃ یعنی پے درپے ہوناصحتِ طواف کی شرائط میں سے نہیں ہے، لیکن نئے وُضو کے بعد واپسی پر آپ کے لئے نئے سرے سے طواف کرنامستحب تھا،کیونکہ جب کوئی طواف کے اکثر چکر یعنی چار پھیروں سے قبل نئے وُضو کے لئے چلاجائے تواُس کے لئے واپسی پر از سرِ نو طواف کرنامستحب ہوتاہے۔

چنانچہ علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی۱۰۸۸ھ اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:(لَو خرجَ مِنهُ إلی تَجدیدِ

وُضوءٍ ثُمّ عادَ بَنى)أي عَلى مَا كانَ طَافهُ،ولَا يَلزمُه الِاستِقبالُ .فَتحٌ. قُلت:ظاهرُه أنّه لَو استقْبلَ لَا شَيءَ عَليهِ فلَا يَلزَمهُ إتمامُ الأوّلِ،لِأنّ هذَا الِاستقبالَ لِلإكمالِ بِالمُوالاةِ بينَ الأشوَاطِ،ثُمّ رَأيت فِي اللّبابِ مَا يدُلّ عَليهِ حَيثُ قالَ فِي فَصلِ مُستحبّاتِ الطّوافِ: وَمنهَا استِئنافُ الطّوافِ لَو قَطعهُ أو فعلَه عَلى وَجهٍ مَكروهٍ قالَ شَارحُه لَو قَطعهُ أيْ ولَو بِعُذرٍ،وَالظّاهرُ أنّه مُقيّدٌ بِمَا قبلَ إتيانِ أكثرِه۔ (٦٦)

یعنی،اگر کوئی طواف چھوڑ کر نئے وُضو کے لئے جائے پھر وہ اس کی طرف لوٹے تو بنا کرے یعنی جو اُس نے پہلے چکر لگا لیے تھے اُسی پر،اور نئے سرے سے طواف کرنا لازم نہیں ہو گا (فتح القدیر)(فتح القدیر،کتاب الحج،باب الإحرام،و ھذا فروع تتعلق بالطواف،۲/ ۳۸۹). میں کہتا ہوں:اس کا ظاہر معنی یہ ہے اگر وہ نئے سرے سے طواف کرے تو اُس پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی اور اُس پر پہلا طواف مکمل کرنا لازم نہیں ہو گا کیونکہ یہ نئے سرے سے طواف کرنا طواف کو مکمل کرنے کے لئے ہے اس کی صُورت یہ ہے کہ وہ پے درپے چکر لگائے،پھر میں نے "اللباب" میں وہ قول دیکھا جو'اس پر دلالت کرتا ہے مستحباتِ طواف کی فصل میں کہا ہے:اس میں سے یہ ہے کہ نئے سرے سے طواف کرے اگر وہ طواف کو قطع کرے یا مکروہ

٦٦۔ الدّر المختار وشرحه ردالمحتار،کتاب الحج،مطلب:فی طواف القدوم،۳/ ٥٨٢

طریقے پر اسے کرے اس کے شارح نے کہا ہے: اگرچہ وہ عُذر کی وجہ سے اسے قطع کرے، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم اس کے ساتھ مقید ہے جب وہ اکثر پھیرے لگانے سے پہلے طواف کو قطع کرے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: طواف کرتے کرتے نیا وضو کرنے کے لیے چلا گیاتو واپس آکر اُسی پہلے طواف پر بنا کرے یعنی جتنے پھیرے رہ گئے ہوں انھیں کرلے طواف پورا ہو جائے گا، (نئے) سرے سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں اور (نئے) سرے سے کیا جب بھی حرج نہیں اور اس صورت میں اس پہلے کو پورا کرنا ضرور نہیں اور بنا کی صورت میں جہاں سے چھوڑا تھا، وہیں سے شروع کرے حجرِ اسود سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب اس وقت ہے جب کہ پہلے چار پھیرے سے کم کیے تھے اور اگر چار پھیرے یا زیادہ کیے تھے تو بِنا ہی کرے۔ (٦٧)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جمعرات، ۲۱ جمادی الآخر ۱۴۴۲ھ۔ ۴ فروری ۲۰۲۱م

حالتِ اضطباع میں نماز کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگوں کو دیکھا گیاہے کہ وہ طوافِ عُمرہ کے بعد اُسی حالت میں نمازِ طواف پڑھتے ہیں یعنی اُن کا کندھا کُھلا ہوتا ہے تو اُن کا اس طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟

٦٧۔ بہارِ شریعت، طواف کے مسائل، ۱/۶/۱۱۰۰۔۱۱۰۱

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں جاننا چاہیے کہ اضطباع احرام کے تمام احوال میں مسنون نہیں ہے بلکہ یہ حالتِ طواف کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: سنيت اضطباع نيز مخصوصه است بحال طواف چنانكه گمان مى برند عوام كه مسنون است اضطباع در جميع احوال احرام پس مسنون نباشد اضطباع در حال سعى و وقوف ورمى جمار ونه در سائر احوال۔[۶۸]

یعنی، اضطباع کا مسنون ہونا بھی حالتِ طواف کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ عوام النّاس گمان کرتے ہیں کہ اضطباع احرام کے تمام احوال میں مسنون ہے، پس حالتِ سعی، وقوف عرفات، رمی جمرات اور تمام احوال میں مسنون نہیں ہے۔

اور حالتِ اضطباع میں نماز مکروہ ہے۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں: بلک بايد كه چون فارغ شود از طواف ترک كند اضطباع را تا آنكه اگر دو ركعت طواف باضطباع گذارد مكروه باشد زيرا نكه ستر منكبين در نماز سنت است پس مكروه باشد نماز بكشف يكے از انها كما صرّح به فى "إمداد الفتاح" وغيره۔[۶۹]

۶۸۔ حیات القلوب، باب سیوم دربیان طواف وانواع آن، فصل دربیان کیفیۂ اداء طواف، ص ۱۲۶

۶۹۔ حیات القلوب، باب سیوم دربیان طواف وانواع آن، فصل دربیان کیفیۂ اداء طواف، ص ۱۲۶

یعنی، بلکہ چاہیے کہ جب طواف سے فارغ ہو تو اضطباع کو ترک کر دے یہاں تک کہ اگر طواف کی دو رکعت اضطباع کے ساتھ ادا کر لیں تو مکروہ ہے کیونکہ دونوں کندھوں کو نماز میں ڈھکنا سنت ہے، پس اُن میں سے ایک کے کُھلے ہوئے نماز مکروہ ہے جیسا کہ "امداد الفتاح"[70] وغیرہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

اور علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: فإذا فَرِغَ مِن الطّوافِ تَرکَہ حَتّی إذا صَلّی رَکعتَي الطّوافِ مُضطَبِعًا یُکرَہ لکَشفِہ مَنکِبہُ۔[71]

یعنی، پس جب طواف سے فارغ ہو تو اضطباع کو ترک کر دے یہاں تک کہ جب حالتِ اضطباع میں طواف کی دو رکعت ادا کیں تو کندھے کے کھلے ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور کراہت سے مراد یہاں کراہت تنزیہی ہے۔

چنانچہ علّامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: یکرَہ جَعل الثّوبِ تحتَ إبطِہ الأیمَن وَطرح جَانبَیہ عَلی عاتقِہ الأیسَر أو

۷۰۔ إمداد الفتّاح، کتاب الصلاۃ، فصل فیما یکرہ فی الصّلاۃ، تحت قولہ: یخرج یدیہ، ص ۳۸۰

۷۱۔ رد المحتار، کتاب الحج، مطلب: فی دخول مکۃ، تحت قولہ: قبل شروعہ، ۳/ ۵۷۹

عَکسه؛ لأنّ ستر المنکبَین فِي الصّلاةِ مستَحب فیکرَہ تَرکه لغَیر ضَرورَة تنزِیهاً۔[72]

یعنی، کپڑے کو اپنی داہنی بغل سے نکال کر اُس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال دینا یا اس کے بر عکس کرنا مکروہ ہے، کیونکہ نماز میں دونوں کندھوں کو چھپانا مستحب ہے، پس بلا ضرورت اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔

واللّٰہ تعالی اعلم بالصواب

منگل، ۱ شعبان ۱۴۴۲ھ۔۱۵ مارچ ۲۰۲۰م

عمرے کا حلق جدہ میں کروانے کا حکم
حرم سے باہر دَم ادا کرنے کا حکم
دَم کی ادائیگی فوراً ہی ضروری ہے

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید عمرہ کرنے کیلئے گیا عمرہ کیا لیکن حلق کروانا بھول گیا، اور جدہ میں آکر حلق کروایا اوراحرام کھول دیا، اب زید کے لئے کیا حکم ہے دم واجب ہے یا صدقہ، اوراگر دم ہے تو اسے فوراً دینا ضروری ہے اوراگر دم یوپی (انڈیا) میں دلوادے تو کیا حکم ہے؟

(سائل: محمد قمرالدین اسمٰعیلی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں شخص مذکور پر دَم واجب ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: اگر حلق

۷۲۔ إمداد الفتّاح، کتاب الصلاة، فصل فیما یکرہ فی الصّلاة، تحت قوله: یخرج یدیه، ص ۳۸۰

نمود در خارج حرم حلال گردد از احرام ولیکن لازم آید دم بروے برابر است کہ محرم بحج باشد یا بعمرہ وبرابر است کہ مفرد باشد یا قارن یا متمتع۔ (۷۳)

یعنی، اگر کسی نے حرم سے باہر حلق کیا تو وہ احرام سے نکل جائے گا لیکن اس پر دم لازم ہو گا خواہ وہ حج کے احرام میں ہو یا عمرہ کے، اور خواہ وہ مفرد ہو یا قارِن یا متمتع۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: یَجِبُ دمٌ لَو حَلقَ للحجِّ أو العُمرةِ فِي الحِلِّ۔ (۷۴)

یعنی، کسی نے حج یا عمرے کا حلق حِل میں کیا تو اُس پر دم واجب ہو گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: عمرہ کا حلق بھی حرم ہی میں ہونا ضرور ہے، اس کا حلق بھی حرم سے باہر ہوا تو دَم ہے مگر اس میں وقت کی شرط نہیں۔ (۷۵)

اور دَم کی ادائیگی فوراً ہی ضروری نہیں، لیکن بہتر یہی ہے کہ اسے ادا کرنے میں جلدی کی جائے۔ چنانچہ علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی

۷۳۔ حياة القلوب، باب هشتم در بيان آنچه متعلق است از مناسك منى، فصل هشتم در بيان زمان حلق ومكان آن، ص۲۰۸

۷٤۔ رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: أو حلق في حل بحج أو عمرة، ۳/٦٦٦

۷۵۔ بہارِ شریعت، حج کا بیان، جُرم اور اُن کے کفارے کا بیان، ۱/٦/۱۱۷۹

متوفی۵۸۷ھ لکھتے ہیں:الكَفّاراتِ كُلّها وَاجِبةٌ علَى التّراخِي حَتّى لَا يَأثمَ بِالتّأخيرِ وَيكونُ مُؤدّيًالَا قَاضيًا۔(۷۶)

یعنی، تمام کفّارے فی الفورواجب نہیں ہوتے ہیں حتی کہ تاخیر کے سبب وہ گنہگار نہیں ہو گا اور نہ ہی وہ قضا کرنے والا ہو گا بلکہ ادا کرنے والا ہو گا۔

اور علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:(إعلمْ أنّ الكفّاراتِ كُلّهَا وَاجِبةٌ عَلى التّراخِي)وَإنّما الفورُ بِالمسَارعةِ إلى الطّاعةِ والمسَابقةِ إلى إسقاطِ الكفّارةِ أفضلُ (فَلا يأثمُ بالتّأخيرِ) أى بتأخيرِ أداءِ الكفّارةِ (ويكُون) أى المُكفّر (مؤدّياًلَا قَاضِياً فِي أىّ وقْت أدّى وإنّما يتَضيّق عَليهِ الوُجوب فِي آخرِ عمرِه فِي وقتٍ يغلِبُ عَلى ظنّه أنّه لَم يؤدّه لفَاتَ) أى وقتُه أو أدَاؤه (فإنْ لَمْ يؤدّ فِيه) فِي ذلِک الوَقتِ (فَمَاتَ أثِم وَيجبُ علَيهِ الوصِيةُ بِالأداءِ والأفضلُ تعجيلُ أداءِ الكفّاراتِ)۔(۷۷)

یعنی، توجان کہ بے شک تمام کفّارے فی الفورواجب نہیں ہوتے ہیں، اور فوراًطاعت کی طرف جلدی کرنااور کفّارہ کوساقط کرنے کی جانب سبقت لے جانا افضل ہے،پس وہ اسے مؤخّر کرنے یعنی کفّارے کی ادائیگی میں تاخیر کے سبب

۷۶۔ بدائع الصّنائع،کتاب الکفّارات،فصل فی بیان کیفیة وجوب هذه الأنواع،٦ / ٣٦٨

۷۷۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب فی جزاءالجنایات وكفّاراتها، فصل فی شرائط وجوب الكفارات،ص٥٤٢

گنہگار نہیں ہو گا اور جس وقت بھی کفّارہ ادا کرے گا تو وہ ادا ہی کرنے والا ہو گا نہ کہ قضا کرنے والا، اور اُس پر عمر کے آخری حصّے میں ایسے وقت وُجوب تنگ ہو جائے گا کہ جب اُسے غالب گمان ہو کہ وہ اسے ادا نہ کرے گا تو اس کا وقت نکل جائے گا یا اس کی ادائیگی فوت ہو جائے گی پھر اگر ایسے وقت میں اُس نے ادا نہ کیا اور انتقال کر گیا تو وہ گنہگار ہوا، اور اُس پر کفارہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب ہو گا اور کفّاروں کی ادائیگی میں جلدی کرنا افضل ہے۔

اور دَم سرزمین حرم پر ادا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (وَلا يَجوزُ ذَبحُ الهَدايَا إلّا فِي الحَرمِ) لقَولِه تَعالَىٰ فِي جَزاءِ الصّيدِ {هَدْيًا بَٰلِغَ الْكَعْبَةِ} (۷۸) فَصارَ أصلًا فِي كُلّ دمٍ هُو كفّارةٌ. وَلِأنّ الهديَ اسمٌ لِما يُهدى إلَى مَكان وَمكانُه الحَرمُ. قالَ عليهِ الصّلوةُ والسّلامُ: «مِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ. وَفِجَاجُ مَكَّةَ كُلُّهَا مَنْحَرٌ» (۷۹)۔

یعنی، اور ہدایا غیر حرم میں ادا نہیں ہوں گے، کیونکہ شکار مارنے کی جزاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ قربانی ہو کعبہ کو پہنچتی، لہٰذا ہر وہ قربانی جو کفارے کے طور پر ہو، یہ قول اُس کیلئے اصل ہے اور اس لئے کہ ہدی وہ چیز ہے جو مکان کی طرف بھیجی جائے، اور اس کی جگہ حرم ہے، کیونکہ نبی کریم صلی

۷۸۔ [المائدة: ۵/ ۹۵]

۷۹۔ الهداية شرح بداية المبتدی، كتاب الحج، باب الهدی، ۱/ ۲۲۰

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "پورا منیٰ قربانی کی جگہ ہے اور مکہ کی راہیں ساری قربانی کی جگہیں ہیں۔"

اورعلامہ رحمت اللہ سندھی اور ملاّعلی قاری لکھتے ہیں:(وأمّا شَرائِط جوَازِ الدّمَاءِ۔۔۔ذبحهُ فِي الحَرمِ) بِالاتّفاقِ. سَواء وجبَ شُكراً أو جَبراً۔ [80]

یعنی، دَم ادا ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط بالاتفاق یہ ہے کہ اُسے حرم میں ذبح کیا جائے خواہ دمِ شکر ہو یا دمِ جبر۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضاخان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: کفّارہ کی قربانی یا قارن و متمتع کے شکرانہ کی، غیر حرم میں نہیں ہو سکتی۔ [81]

لہٰذا معلوم ہوا کہ شخص مذکور پر حرم سے باہر حلق کروانے کے سبب دم لازم ہے جس کو فوراً ہی ادا کرنا ضروری نہیں، اس لئے تاخیر کے سبب وہ گنہگار نہ ہو گا لیکن بہتر یہی ہے کہ اس کی ادائیگی میں جلدی کی جائے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دَم سرزمین حرم پر ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ کفّارے کی قربانی غیر حرم میں نہیں ہو سکتی، لہٰذا وہ شخص یوپی (انڈیا) میں دم نہیں دے سکتا، بلکہ اسے حرم ہی میں ادا

۸۰۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فی جزاء الجنايات وكفّاراتها، فصل فی أحكام الدّماء وشرائط جوازها، ص ٥٥٤

۸۱۔ فتاوی رضويه، كتاب الحج، جنايات، ۱۰/ ٧٦٢

کرناضروری ہے،اب چاہے وہ خود جاکردم دے یاپھر کسی کو وکیل بناکراُس کے ذریعے دم دلوائے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

جمعرات،۷ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ۔۱۳اکتوبر۲۰۲۱م

جُرمِ اختیاری میں دَم لازم آنے پراُس کابدل کافی ہوگا؟

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں اگرکوئی شخص کسی مجبوری کے بغیرسلے ہوئے کپڑے مکمل ایک دن تک پہنے رکھے،اوروہ دَم دینے پر قدرت بھی نہ رکھتاہو،توایسی صورت میں کیاوہ دَم دینے کے بجائے روزے رکھ لے یااُس کے لئے فقط توبہ کرلیناکافی ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اُس پرتوبہ کرنے کے ساتھ دَم دینالازم ہوگا،اوردَم کے بجائے **"روزہ"** وغیرہ کوئی چیزاس کابدل نہ ہوگی،کیونکہ مُحرم جب بلاعُذر مکمل ایک دن لباس پہنے رکھے تواُس پر معیّن ولازمی طورپردَم لازم ہوتاہےاوراس کے علاوہ کوئی چیزاس کابدل اصلاً نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اورملّاعلی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:(إذا)...لِبس یوماً...(فإنْ کانَ بغیرِ عُذرٍ فعلَیه

الدّم عيناً)أي حتماً معيناً وجزماً مبيّناً (لَا يجُوز عَنه غَيره) أي بدلاً أصلاً.[۸۲]

یعنی، مُحرم جب بلاعُذر ایک دن لباس پہنے تواُس پر معیّن اورلازمی طور پر دَم لازم ہو گا،اس کے علاوہ کوئی چیز اس کابدل اصلاً نہیں ہو سکتی ہے۔

اور یہاں دَم کے بدلے **"روزے"** وغیرہ کافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مُحرم کامجبوری کے بغیر سلے ہوئے کپڑے پہنے رکھنااختیاری جُرم ہے،اورجُرمِ اختیاری کے مُرتکب پر جہاں دَم واجب ہو،وہاں دَم دیناہی لازم ہوتا ہے۔

چنانچہ ملّاعلی قاری حنفی لکھتے ہیں:(حيث وجبَ الدَّم عيناً لَا يجُوز عَنه) أي بَدله (غيرُه من الصّدقةِ والصّومِ والقيمةِ) أي لَا قيمةِ الهديِ ولَا قيمةِ الصّدقة.[۸۳]

یعنی، جہاں معیّن طورپردَم واجب ہو،وہاں دَم کے علاوہ اس کابدل صدقہ دینایاروزہ رکھنا،یاقیمت دیناجائز نہیں یعنی ہدی اور صدقہ کی قیمت دینا۔

اورعلّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:عدمُ القُدرةِ علَى الكفّارةِ فلَيستْ بأعذَارٍ فِي حقّ التّخيِيرِ ولَو أُرتكبَ

۸۲۔ لباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب فی جزاءالجنايات وكفاراتها،فصل:فی جزاءاللبس والتغطية والحلق والقلم الأظفار،ص۵۵۱

۸۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب فی جزاءالجنايات وكفاراتها،فصل:أنواع الكفارات أربعة،ص۵٦۹

المَحظورُ بغَيرِ عُذرٍ فوَاجبُه الدّمُ عَينًا، أو الصّدقةُ فلَا يَجوزُ عَن الدّمِ طعامٌ ولَا صيامٌ، ولَا عَن الصّدقةِ صيامٌ؛ فإنْ تعذّرَ عَليهِ ذلكَ بقيَ فِي ذِمّتهِ۔[84]

یعنی، کفّارے پر قُدرت نہ ہونا اختیار ہونے کے حق میں عُذر نہیں ہے اور اگر بلاعُذر ممنوع فعل کا ارتکاب کیا جائے پس اُس پر معیّن طور پر دَم یا صدقہ واجب ہوگا پس دم کے بدلے کھلانا یا روزے رکھنا جائز نہ ہوگا اور نہ ہی صدقہ کے بدلے روزہ رکھنا، پس اگر دم یا صدقہ اس پر متعذر ہو جائے تو اُس کے ذمہ میں باقی رہے گا۔

لہٰذا دلائل کی رُو سے ثابت ہو گیا کہ بلا عُذر سلے ہوئے کپڑے پہننے والے مُحرم پر دَم دینا ہی لازم ہو گا اور اس کے بدلے روزے رکھنا یا محض توبہ کر لینا کافی نہ ہو گا، البتہ دَم کی ادائیگی چونکہ فی الفور لازم نہیں ہے، اس لئے اگر وہ تاخیر سے کفارہ ادا کرے گا، تو وہ گنہگار نہ ہو گا، لیکن کفّارے کی ادائیگی میں جلدی کرنا "افضل" ہے۔

چنانچہ امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی۵۸۷ھ لکھتے ہیں: الكَفّارات كُلّها وَاجبةٌ علَى التّراخِي هُو الصّحيحُ مِن مَذهبِ أصحابِنَا فِي الأمرِ المطلقِ عَن الوَقتِ حَتّى لَا يَأثمَ بِالتّأخيرِ عنْ أوّلِ أوقَاتِ الإمكَانِ ويَكونُ مُؤدّيًا لَا قاضيًا۔[85]

۸٤۔ ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: کالفطرة، ۳/ ٦٧١

۸۵۔ بدائع الصّنائع، کتاب الکفّارات، فصل فی بیان کیفیة وجوب هذه الأنواع، ٦ / ٣٦٨

یعنی، تمام کفّارے فی الفورواجب نہیں ہوتے، مُطلق عن الوقت حکم میں ہمارے اصحاب کامذہب ہی صحیح ہے حتی کہ اوّل وقت سے قادر ہونے کے باوجود بھی تاخیر کے سبب وہ گنہگار نہیں ہو گا اور وہ ادا کرنے والا ہی ہو گا نہ کہ قضا کرنے والا۔

علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:(إعلمْ أنّ الْكَفّارَاتِ كُلَّهَا وَاجِبةٌ علَى التَّرَاخِي)وَإنّما الفورُ بِالمسَارعةِ إلَى الطّاعةِ والمسَابقةِ إلى إسْقاطِ الكفّارةِ أفضلُ--(فَلا يأثمُ بالتّأخيرِ) أى بتأخيرِ أداء الكفّارةِ (عَن أوّل وقتِ الإمكانِ) أى ابتِدَاء زمَان القُدرَة عَليها (ويكُون) أى المكفّر (مؤدّياً لَا قَاضياً فى أىّ وقْت أدَّى وإنّما يتضيَّق عَليه الوُجوبُ فى آخرِ عمرِه فى وقتٍ يغلِبُ عَلى ظنّه أنّه لَمْ يؤدّه لفَاتَ) أى وقتُه أو أدَاؤه (فإن لَمْ يؤدّ فِيه) فى ذلِک الوَقتِ (فَماتَ أثِمَ وَيجبُ عليه الوصيةُ بالأداءِ)--- (والأفضلُ تعجيلُ أداءِ الكفّاراتِ)۔[۸۶]

یعنی، تو جان لے بے شک تمام کفّارے فی الفورواجب نہیں ہوتے ہیں، اور فوری طور پر طاعت کی طرف جلدی کرنا اور کفّارہ کو ساقط کرنے کی طرف سبقت

۸۶۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط فی المنسک المتوسط،باب فی جزاءالجنایات وکفارات۱۸،فصل:فی شرائط وجوب الکفارات،ص۵٤۲

کرنا افضل ہے، پس وہ اول وقت سے یعنی کفّارہ ادا کرنے پر قادر ہونے کے زمانے کی ابتداء سے مؤخّر کرنے کے سبب گنہگار نہیں ہو گا یعنی کفّارہ کی ادائیگی میں تاخیر کے سبب، اور کفّارہ دینے والا جس وقت میں کفّارہ ادا کرے گا تو وہ ادا کرنے والا ہو گا، نہ کہ قضاء کرنے والا، اور عُمر کے آخری حصّے میں جب اُسے غالب گمان ہو جائے کہ وہ کفّارہ ادا نہ کرے گا تو فوت ہو جائے گا یعنی کفّارے کا وقت یا کفّارے کو ادا کرنا، پھر اگر ایسے وقت میں ادا نہ کیا اور وہ فوت ہو گیا تو وہ گنہگار ہوا، اور اُس پر کفّارہ ادا کرنے کی وصیّت کرنا واجب ہے اور کفّاروں کی ادائیگی میں جلدی کرنا افضل ہے۔

اور علّامہ شامی حنفی "شرح نقایہ" کے حوالے سے لکھتے ہیں: فِي شَرحِ النَّقايةِ لِلقارِيّ: ثُمّ الكَفّاراتُ كُلّها وَاجبةٌ علَى التّراخِي، فَيكونُ مُؤدّيًا فِي أيّ وَقتٍ، وَإنّما يَتضيّقُ عَليهِ الوُجوبُ فِي آخرِ عُمرِه فِي وَقتٍ يَغلبُ عَلى ظَنّه أنّهُ لَو لَم يُؤدّهِ لَفاتَ، فَإن لمْ يُؤدّ فِيه حَتّى ماتَ أثمَ وعَليهِ الوَصِيّة بهِ۔ (۸۷)

یعنی، ملّا علی قاری کی "شرح نقایہ" (۸۸) میں ہے: پھر تمام قسم کے کفّارے فی الفور واجب نہیں ہوتے ہیں، پس وہ کسی بھی وقت میں ادا کرنے والا ہو گا، اور عُمر کے آخری حصّے میں جب اُسے غالب گمان ہو جائے کہ وہ کفّارہ ادا نہ کرے گا تو فوت

۸۷۔ رد المحتار، باب الجنایات فی الحج، تحت قولہ: اَلْوَاجِبُ دَمٌ، ص ۳/ ٦٥١

۸۸۔ فتح باب العنایۃ فی شرح کتاب النِّقایۃ، کتاب الحج، فصل فی الجنایات، ۲/ ۲۸۸

ہو جائے گا، پھر اگر اُس نے ایسے وقت میں ادانہ کیا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا تو وہ گنہگار ہوا، اور اُس پر کفّارہ ادا کرنے کی وصیّت کرنا لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جمعرات، ۸ذوالحجۃالحرام، ۱۴۴۱ھ۔۲۹جولائی ۲۰۲۰م

حج بدل کیلئے فردِ معین کی وصیّت کی گئی ہو تو دُوسرے سے حج کروانا کیسا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص پر حج فرض ہو اور عُذرِ شرعی کی بناء پر حج نہ کر سکا ہو، اور پھر اُس نے اپنے حج بدل کے لئے یہ وصیت کی ہو کہ فُلاں شخص میرا حج بدل کرے" تو کیا اُسی شخص سے کروانا لازم ہو گا یا کوئی دُوسرا شخص بھی کر سکتا ہے؟ (سائل: عبدالرحمٰن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں وصیت کرنے والے کا یہ کہنا کہ "فُلاں شخص میرا حج بدل کرے" اس سے ظاہر ہے کہ اُس نے فردِ معین کا اگرچہ ذکر کیا ہے لیکن کسی دُوسرے کو حج بدل کرنے سے منع بھی نہیں کیا ہے، لہٰذا شخص مذکور کے علاوہ کوئی دُوسرا بھی مُوصِی کی طرف سے حج کر سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ علاءالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: و حَجّ

المأمورِ بنَفسهِ وَتَعيّنهُ إن عَيّنهُ، فَلو قالَ: يَحجّ عَنّي فلانٌ لَا غَيرُه لَم يَجز حَجّ غَيرِه، ولَو لَم يقلْ لَا غَيرُه جازَ۔[٨٩]

یعنی، اور مامور خود حج کرے گا اور وہ متعین ہو گیا ہے اگر آمر نے اُسے متعین کیا تھا، پس اگر اُس نے یہ کہا تھا کہ فُلاں میری طرف سے حج کرے گا کوئی اور نہیں، تو کسی دُوسرے کے کرنے سے حج بدل ادا نہیں ہوا، اور اگر اُس نے اُس کے غیر کا منع نہ کیا ہو، تو ہو جائے گا۔

اس کے تحت علامہ سیّد احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ: (إنْ عَيّنهُ) تَعيينه ليسَ بذكرِ اسمِه فقطْ بَل إمّا بالحَصرِ أو بالتّصريحِ بنَفيِ حجّ غَيرِه. قَوْلُهُ: (يَحجّ عَنّي فلانٌ لَا غَيرهُ) أو لَا يَحجّ عَنّى إلّا فلَان فَلو مرضَ المأمور فِى الطّريقِ فدفعَ النّفقَة إلى غَيرِه ليحجّ عنِ الميّتِ لَم يجزْ إلّا أن يكُونَ الآمِر أذنَ فِى ذلكَ ويَنبغى لِلوصِىّ أن يَأذنَ لَه فِى أن يحُجّ غَيْره إذَا مَرضَ. (هندية)[٩٠]

یعنی، آمر کی جانب سے تعیین فقط کسی کا نام ذکر کرنے سے نہیں ہو گی بلکہ حصر کے ذریعے ہو گی (جیسے مُوصی کہے کہ فُلاں ہی میری طرف سے حج کرے) یا کسی دُوسرے

٨٩۔ الدّر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، تحت قوله: الوارث عن مورثه، ص١٧٣

٩٠۔ حاشية الطّحطاوى على الدّر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ١/ ٥٤٨

کیلئے صراحۃً حج کی نفی کے ذریعے ہوگی۔ اور مُوصی (یعنی وصیت کرنے والا) کا یہ کہنا کہ فُلاں میری طرف سے حج کرے کوئی اور نہیں یا میری طرف سے کوئی حج نہ کرے مگر فُلاں، اس صُورت میں اگر مامور' راستے میں بیمار ہو جائے اور وہ کسی دوسرے کو خرچ دے دے تا کہ وہ میت کی جانب سے حج کرے، تو حج بدل ادا نہیں ہو گا، سوائے اس کے کہ آمِر نے ایسی صُورت میں اجازت دی ہوئی ہو، اور جسے وصیّت کی گئی ہو، اُسے چاہئے کہ وہ مامور کے بیمار ہو جانے پر کسی دُوسرے کو میت کی طرف سے حج کرنے کی اجازت دے دے۔ (ہندیہ) [۹۱]

اور علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ:(وحَجّ المأمورُ بِنَفسهِ) فلَيس لَه إحجاجُ غَيرِه عَن الميّتِ وَإن مرضَ مَا لَم يَأذنْ لَه بِذلكَ كَما يَأتِي مَتنًا. قَولهُ:(وَ تَعيّنهُ إن عَيّنهُ)۔۔۔وَالْمرادُ بِتَعيِينهِ مَنعُ حَجّ غَيرِهِ عَنه. قَوله:(لَمْ يَجزْ حجّ غَيرِهِ) أي:وَإن ماتَ فلانٌ المذكورُ؛ لِأنّ الْموصيَ صرّحَ بمَنعِ حَجّ غَيرِه عَنهُ كَما أفادهُ فِي اللّبابِ وشَرحِه۔ [۹۲]

یعنی، مامور بذاتِ خود حج کرے گا پس اُسے یہ حق حاصل نہ ہو گا کہ وہ کسی اور کو میت کی جانب سے حج پر بھیجے اگرچہ وہ بیمار ہو جائے، جب تک وہ اس کو اجازت

۹۱۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس عشر فی الوصیّة بالحجّ، ۱/ ۲٦۰

۹۲۔ رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، تحت قوله: الوارث عن مورثه، ٤/ ۲۰

نہ دے جس طرح متن میں آئے گا، اور وہ متعیّن ہو گیا ہے اگر آمر نے اُسے متعیّن کیا تھا اور اُس کی تعیین سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی اور کو اس کی جانب سے حج کرنے کو منع کر دیتا ہے، تو دُوسرے کے کر لینے سے حج بدل ادا نہیں ہو گا یعنی اگرچہ فُلاں مذکور شخص فوت ہو جائے کیونکہ مُوصی نے اپنی طرف سے کسی اور کے حج کرنے سے منع کر دیا تھا، جیسا کہ "لباب" اور اس کی شرح میں بیان کیا تھا۔ (۹۳)

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: حج اگر بحیاتِ محجوج عنہ ہو تو جسے اس نے امر کیا وہی حج کرے، وُہ دوسرے سے کرا دے گا تو ادا نہ ہو گا اور اگر بعد وفات محجوج عنہ ہے تو مامور دوسرے کو بھی اپنی جگہ قائم کر سکتا ہے اگرچہ میت نے اس کا نام لے کر وصیت کی ہو کہ فلاں میری طرف سے حج کرے، ہاں اگر صراحۃً اس نے نہی کر دی تھی کہ وہی کرے، نہ دوسرا، تو اب دُوسرا کافی نہیں۔ (۹۴)

اور شیخ الدلائل علامہ عبد الحق الہ آبادی حنفی متوفی ۱۳۳۳ھ حج بدل کی شرائط کے بیان میں لکھتے ہیں: بیسویں شرط یہ ہے کہ حج وہی شخص کرے جس کو حج کرانے والے نے حج کرنے کے واسطے اپنی طرف سے معیّن کیا ہے اور کوئی شخص دُوسرا اس صورت میں اُس کی طرف سے حج نہ کرے۔ پس اگر وہ یوں کہہ گیا کہ میری طرف سے فلانا ہی شخص حج کرے اور کوئی دُوسرا شخص نہ کرے۔ سو اگر وہ

۹۳۔ رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، تحت قولہ: الوارث عن مورثہ، ٤/ ٢٠

٩٤۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، حج بدل، ۱۰/ ٦٦٠

شخص کہ جس کو حج کرنے کے واسطے معیّن کر گیا تھا مر گیاتو اس صُورت میں کسی اور کا حج کرنا اس کی طرف سے جائز نہیں۔ اور اگر وہ اسی قدر کہہ گیا ہے کہ میری طرف سے فلاناہی شخص حج کرے اور منع نہیں کر گیا دوسرے کو حج کرنے سے اور وہ شخص کہ جس کو کہہ گیا تھا وہ مر گیا اور وصی نے کسی غیر سے حج اُس کی طرف سے کروا دیا تو یہ جائز ہے۔ اور اگر کوئی شخص وصیّت حج کرانے کی کر گیا اور کسی شخص کو حج کرانے کے واسطے معیّن نہیں کیا تو اس صُورت میں اگر اُس کے ورثہ سب جمع ہو کے اُس کی طرف سے کسی شخص سے حج کروادیں تو جائز ہے۔[۹۵]

لہٰذا معلوم ہوا کہ حج اگر مُوصی کی حیات میں ہو، تو جسے اُس نے حکم دیا ہو، وہی کرے، وہ اپنے علاوہ کسی دُوسرے سے کرادے گا تو حج بدل ادا نہیں ہو گا، لیکن اگر مُوصی کا انتقال ہو چکا ہو، تو جسے اُس نے حکم دیا ہو، وہ کسی دُوسرے سے بھی کرواسکتا ہے اگرچہ میت نے اُس کا نام لے کر وصیّت کی ہو کہ فُلاں میری طرف سے حج کرے، ہاں اگر میت نے صراحۃً یعنی واضح طور پر منع کر دیا ہو کہ وہی کرے کوئی اور نہیں، تو اب دُوسرا کافی نہ ہو گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

منگل، ۲۹ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ۔ ۷ ستمبر ۲۰۲۰م

حج کی سعی کے تارک پر نئے احرام کے ذریعے مکہ مکرمہ لوٹنے پر حکم؟

۹۵۔ نهاية الأمل في بيان مسائل الحج البدل، ص ٤٦. ٤٧

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آپ نے "فتاوی حج و عمرہ" میں حج کی سعی چھوڑنے والے حاجی کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر وہ سعی کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ لوٹنے کا ارادہ کرے تو نئے احرام کے ذریعے لوٹے گا، تو پوچھنا یہ ہے کہ اگر وہ سعی کی ادائیگی کے لئے احرامِ عمرہ کے ذریعے مکہ مکرمہ لوٹے گا، تو کیا اُس پر حج کی سعی سے پہلے عمرہ کا احرام باندھنے کی وجہ سے دَم لازم ہو گا یا نہیں؟ نیز اگر افعال عمرہ ادا کر کے حج کی چھوڑی ہوئی سعی کرلے تو کیا دم ساقط ہو جائے گا؟ (سائل: صوفی اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اُس پر دَم لازم نہیں ہو گا، کیونکہ لُزومِ دَم کی کوئی وجہ نہیں، اور حج کی سعی سے قبل احرامِ عمرہ باندھنے پر لُزومِ دَم کا حکم ایسے حاجی کے لئے ہے کہ جو میقات سے باہر نہ گیا ہو، کیونکہ ایسے شخص کو احرامِ عُمرہ توڑنے کا حکم ہے اور جب وہ احرام توڑے گا تو اُس پر نہ صرف دَم لازم آئے گا بلکہ چھوڑے ہوئے عُمرہ کو بھی قضا کرنا ہو گا، اور اگر ایسا شخص احرام نہ توڑے گا، تو اُس پر دو مناسک جمع کرنے کے سبب دَم لازم ہو گا۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: اگر شخصے احرام بست بعمرہ بعد از وقوف قبل الحلق... یا بعد الحلق و الطواف قبل از سعی بین الصفا و المروۃ...کہ در جمیع این صور واجب باشد بروی رفض عمرہ و نیز لازم آید بروی دم بواسطہ رفض

و اگر رفض نکرد واجب آیدد بروی دم بواسطه جمع میان دو نسک۔[۹۶]

یعنی، اگر کوئی شخص وقوفِ عرفات کے بعد حلق سے قبل یا حلق وطواف کے بعد صفاومروہ کے درمیان سعی سے قبل عمرہ کا احرام باندھے، توان تمام صورتوں میں اُسے احرامِ عمرہ توڑناواجب ہو گا نیز اُس پر عمرہ کا احرام توڑنے کے سبب دَم بھی واجب ہو گا[۹۷] اوراگر وہ عمرہ کااحرام نہ توڑے گاتواُس پر دومناسک جمع کرنے کے واسطے دَم لازم ہو گا۔

لیکن اگرحاجی سعی کئے بغیر میقات سے باہر چلا جائے، تواُس وقت سعی کو چھوڑناچونکہ متحقّق ہو جائے گااور ترکِ سعی متحقّق ہونے کی صورت میں اُس پر دَم لازم آئے گا، اوراُس کا حج مکمل ہو جائے گا۔

چنانچہ علّامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں :

ومَن ترکَ السّعيَ بينَ الصَّفَا وَالمروةِ فعَليهِ دمٌ وَحجّهُ تامٌّ-[۹۸]

یعنی، جوصفااور مروہ کے درمیان سعی کو چھوڑدے تواُس پر ایک دَم لازم ہوتاہے اوراُس کا حج مکمل ہوجاتاہے۔

۹۶۔ حیات القلوب، باب دہم دررمی جمار، فصل: ششم دربیان کیفیۃ رُجوع بعد فراغ رمی جمار، ص ۲۲۲۔۲۲۳

۹۷۔ اور چھوڑے ہوئے عُمرہ کو بھی قضا کرنا ہو گا، کمافی الحاشیۃ علی حیات القلوب

۹۸۔ الهداية شرح بداية المبتدی، کتاب الحج، باب الجنايات، ۱/ ۲، ۱۹۸

لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر کوئی حج کی سعی چھوڑ دے، پھر وہ اسے ادا کرنے کے لئے احرامِ عُمرہ کے ذریعے مکہ مکرمہ لوٹے اور اُسی احرام کے ذریعے عُمرہ کرلے، تو پہلے نُسک کی تکمیل کے سبب دو مناسک کا جمع ہونا یا احرام کو توڑنا نہیں پایا جائے گا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ لُزومِ دم اِن دو میں سے کسی ایک امر کے پائے جانے پر موقوف ہے، تو ایسے شخص پر نئے احرام کے ذریعے مکہ مکرمہ لوٹنے کی وجہ سے دَم لازم نہیں ہوگا کیونکہ لُزومِ دَم کی "علّت" مفقود ہوگی، اور "ارتفاعِ علّت" کو "ارتفاعِ معلول" مستلزم ہے۔

اور اگر وہ افعالِ عمرہ ادا کرکے حج کی چھوڑی ہوئی سعی کرے گا تو اُس سے دم ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۲ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ولَو تركَ السّعيَ ورجعَ إلى أهله) أي بأن خرجَ مِن الميقاتِ (فأرادَ العودَ) أي إلى مكّة يعودُ بإحرامٍ جديدٍ وإذَا أعادَه سقطَ الدّمُ)[۹۹]

یعنی، اگر کوئی سعی چھوڑ کر اپنے اہل کو لوٹ گیا بایں طور پر کہ وہ میقات سے نکل گیا پھر اُس نے مکہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو وہ نئے احرام کے ساتھ لوٹے گا اور جب وہ لوٹ کر سعی کرے گا تو اس سے دم ساقط ہو جائے گا۔

۹۹۔ لباب المناسب وشرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات وأنواعها، النوع الخامس: الجنايات في أفعال الحج، فصل: في الجناية في السعي، ص ۵۰٤

واللہ تعالی اعلم بالصواب

منگل،۲۷ذوالحجہ۱۴۴۱ھ۔۱۸،اگست ۲۰۲۰م

رمی،قربانی،حلق اورطوافِ زیارت میں ترتیب کاحکم

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیارمی، قربانی، حلق اور طوافِ زیارت کے درمیان ترتیب واجب ہے،اگر کوئی شخص رَمی، قربانی یاحلق سے پہلے یاان تینوں ہی سے قبل طوافِ زیارت کرلے تو کیااُس پر کچھ لازم ہوگا؟

(سائل:علّامہ محمد عرفان قادری،نور مسجد کاغذی بازار کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسؤلہ میں رمی وحلق وغیرہ اور طوافِ زیارت کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:أنّ الطّوافَ لَا یَجبُ تَرتیبهُ عَلی شَيءٍ مِن الثّلاثةِ۔۔۔وَإنّمَا یَجبُ ترتیبُ الثّلاثةِ:الرّميُ ثمّ الذّبحُ ثمّ الحلقُ لکنّ المُفرِد لَا ذبحَ عَلیهِ فبَقيَ عَلَیهِ التّرتِیبُ بینَ الرّميِ والحَلقِ۔[۱۰۰]

۱۰۰۔ رد المحتار علی الدُّر المختار،کتاب الحج،مطلب فی فروض الحج وواجباته،تحت قوله:والتّرتیب الآتی بیانه إلخ،۳/ ۵٤۲

یعنی،طوافِ زیارت کی ترتیب تینوں میں سے کسی پرواجب نہیں،اور ترتیب توصرف رمی، قربانی اور حلق کے درمیان واجب ہےاور مفرد پر قربانی نہیں ہے،پس اُس پر رمی وحلق کے درمیان ترتیب کاوُجوب باقی رہے گا۔

پس اگر کسی نے رمی وحلق وغیرہ سے قبل طوافِ زیارت کرلیا،تواُس پر دَم لازم ہو گااور نہ ہی صدقہ۔ چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی۱۰۸۸ھ اور علامہ شامی لکھتے ہیں:(لَا شَيءَ عَلَى مَن طَافَ) أي مُفردًا أَوْ غَيرهُ شَرحُ اللّبابِ(قبلَ الرّمي وَالحلقِ) أي وَكذَا قَبل الذّبحِ بِالأولَى. لِأَنّ الرّميَ مُقدّمٌ علَى الذّبحِ. فإذَا لَم يَجبْ تَرتيبُ الطّوافِ علَى الرّمي لَا يَجبُ علَى الذّبحِ۔۔۔ فيَجبُ تَقديمُ الرّمي علَى الحَلقِ لِلمُفردِ وغَيرِهِ. وتقدِيمُ الرّمي علَى الذّبحِ وَالذّبحِ علَى الحَلقِ لغَيرِ المفرِد. وَلوْ طافَ المُفرِد وغَيرُه قَبلَ الرّمي وَالحَلقِ لَا شَيء عليهِ لبابٌ وَكذَا لَو طافَ قَبلَ الذّبحِ۔[۱۰۱]

یعنی،مُفرد یااس کے غیر نے رمی وحلق سے پہلے طوافِ زیارت کیاتواُس پرکچھ لازم نہیں ہو گا(شرح لباب)[۱۰۲] اوراسی طرح قربانی سے پہلے طوافِ

۱۰۱۔ رد المحتار علی الدُّر المختار،کتاب الحج،باب الجنایات،۳/ ٦٦٨

۱۰۲۔ لباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب الجنایات وأنواعها،النوع الخامس:الجنایات فی أفعال الحج،فصل فی ترك ترتیب بین أفعال الحج، ص۵۰۷

زیارت کرنے پر بدرجہ اَولیٰ کچھ لازم نہ ہو گا کیونکہ رمی 'قربانی پر مقدم ہے، پس جب طوافِ زیارت کی ترتیب رمی پر واجب نہیں تو اس کی ترتیب قربانی پر بھی واجب نہیں، پس مفرد وغیرہ کیلئے رمی کو حلق پر مقدم کرنا واجب ہے اور غیر مفرد کیلئے رمی کو قربانی پر اور قربانی کو حلق پر مقدم کرنا واجب ہے، اور اگر مفرد وغیرہ نے رمی وحلق سے پہلے طوافِ زیارت کیا تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہو گا (لباب المناسک) اور اسی طرح قربانی سے پہلے طوافِ زیارت کرنے پر حکم ہے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: واما رعایت ترتیب میان حلق وطواف پس آن واجب نیست بلک سنت است تا آنکہ اگر حلق کرد بعد طواف زیارت واجب نہ گردد بروے چیزے از دم یا صدقہ و ہمچنین ترتیب میان رمی وطواف واجب نیست بلک سنت ست۔ (۱۰۳)

یعنی، ترتیب کی رعایت حلق وطوافِ زیارت کے مابین واجب نہیں، بلکہ سنت ہے حتی کہ اگر کسی نے طوافِ زیارت کے بعد حلق کیا تو اُس پر دم یا صدقہ سے کوئی چیز واجب نہ ہو گی اور اسی طرح رمی اور طوافِ زیارت کے درمیان ترتیب واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

لیکن طوافِ زیارت 'رمی وحلق کے بعد کرنا سنت ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (وأمّا

۱۰۳۔ حیاۃ القلوب، فصل سیوم در بیان فرائض وواجبات... إلخ، واما واجباتِ حج، ص ۴۳

التّرتِيب بينَه) أىْ بينَ طوافِ الزّيارةِ (وبينَ الرّميِ والحَلقِ) أىْ كونه بَعدهمَا (فَسنّة وَليس بوَاجِب)۔۔۔وكذَا التّرتِيب بينَه وبينَ الحَلقِ۔ (١٠٤)

یعنی، طوافِ زیارت اور رمی وحلق کے مابین ترتیب کی رعایت سنت ہے یعنی طوافِ زیارت، رمی اور حلق کے بعد کرنا سنت ہے۔

اور اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

فلَو طَافَ قبلَ الرّميِ وَالحَلقِ لَا شَيء عَليهِ وَيُكرَه لبابٌ۔ (١٠٥)

یعنی، اگر کسی نے رمی وحلق سے قبل طوافِ زیارت کیا تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہوگا لیکن مکروہ ہے۔ (شرح لباب) (١٠٦)

اور یہاں مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ کراہت سنت کے مقابلے میں وارد ہے۔ چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی اور علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: (ويُكره) أى تنزِيهاً لأنّها فِى مقَابلةِ السنّةِ۔ (١٠٧)

١٠٤۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب طواف الزّيارة، فصل فى شرائط صحة طواف الزيارة، ص٣٢٩

١٠٥۔ الدّر المختار شرح تنوير الأبصار، كتاب الحج، ص١٥٧

١٠٦۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب طواف الزّيارة، فصل فى شرائط صحة طواف الزيارة، ص٣٢٩

١٠٧۔ الدّر المختار وشرحه حاشية الطّحطاوى، كتاب الحج، ١/ ٤٨٦

یعنی، صاحبِ دُر کا قول کہ مکروہ ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ کراہت سنت کے مقابل میں ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ طوافِ زیارت اور اُمورِ ثلاثہ (رمی، قربانی، حلق) کے درمیان ترتیب واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور اس کے خلاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے، پس اگر کوئی ان تینوں اُمور یا ان میں سے بعض پر طوافِ زیارت کو مقدم کرے گا تو اُس پر دَم یا صدقہ لازم نہ ہوگا، اور نہ ہی وہ گنہگار ہوگا، لیکن بہتر یہی ہے کہ سنت پر عمل کیا جائے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

منگل، ۵، ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ۔ ۱۱، اکتوبر ۲۰۲۱م

رَمی، قربانی اور حلق کے درمیان ترتیب کا حکم اور اس کے خلاف کرنے پر حکم؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ رمی، قُربانی اور حلق کے درمیان ترتیب کیا ہے اور اگر کسی وجہ سے ترتیب بدل جائے تو پھر کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں قارن اور متمتع حاجی کے لئے رَمی، قُربانی اور حلق کے درمیان ترتیب قائم رکھنا واجب ہے اور حج افراد کرنے والے پر چونکہ قربانی لازم نہیں، اس لئے مُفرد پر فقط رَمی اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے یعنی پہلے وہ رَمی کرے اور پھر حلق یا تقصیر، اور خلافِ ترتیب عمل کرنے والے حاجی پر ایک دَم لازم ہوگا۔ چنانچہ علّامہ علاء الدین

ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: إن كانَ قارنًا أو مُتمتّعًا يَجِبُ عَليهِ أن يَذبحَ ويَحلِق،ويُقدّمَ الذّبحَ علَى الحلقِ ؛ لقَولِه تعَالى: ﴿يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ﴾[108] ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ﴾[109] رتّبَ قَضاءَ التّفثِ، وَهو الحَلقُ عَلى الذّبحِ۔[110]

یعنی، اگر کوئی قارِن یا متمتع ہو، تو اُس پر قُربانی اور حلق کرنا واجب ہے اور وہ قُربانی کو حلق پر مُقدّم رکھے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے: ﴿اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں اس پر کہ اُنہیں روزی دی بے زبان چوپائے تو ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ، پھر اپنا میل کچیل اُتاریں﴾ اللہ تعالیٰ نے میل کچیل اُتارنے یعنی حلق کو قُربانی پر مُرتّب فرمایا ہے۔

علّامہ فریدالدین عالم بن علاء دہلوی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: فِي المَنافعِ: فِي يومِ النّحرِ يقدّم الرّمی، ثمّ الذّبح، ثمّ الحَلق، والضَابط قَولهم، "رذح".[111]

۱۰۸۔ [الحج:۲۲/۲۸]

۱۰۹۔ [الحج:۲۲/۲۹]

۱۱۰۔ بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل فی بیان سُنن الحج والترتيب فی أفعاله، ۳/ ۱٤۷

۱۱۱۔ الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الحج، الفصل الثالث فی تعليم الحج، ۳/ ۵۳۲

یعنی، ''منافع''میں ہے دسویں ذوالحجہ میں رَمی کومقدم رکھے، پھر قُربانی اور پھر حلق کرے، اور قاعدہ فقہائے کرام کا قول ''رذح'' ہے(ر' سے رَمی، ذ' سے ذبح اور ح' سے حلق)۔

اور علّامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:
(أخّر الحَلق) عَن وقتِه أعنِي أيّام النّحرِ (أو) أخر (طَواف الرّكن) عَنها أيضاً يعنِي يجِب عَليهِ لكلّ مِنهمَا دَم عندَ الإمَام، وَقالَا : لَا شَيء عَليهِ وكذَا الخِلَاف فِي تأخِيرِ الرّمي وَفِي تقدِيم نُسكٍ عَلى نسُك، كالحَلقِ قَبْل الرّمي، ونحر القَارِن قبْل الرَّمي، وَالحَلق قَبل الذّبح، كَذافِي الهِدايةِ وَ شُروحِها. [112]

یعنی، حلق یاطوافِ زیارت کوایامِ نحر سے مؤخّر کرنے والے پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دونوں میں سے ہر ایک کے بدلے دَم لازم ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ اُس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور اسی طرح رَمی کو مؤخّر کرنے اور ایک نُسک کو دُوسرے نُسک پر مقدم کرنے میں اختلاف ہے جیسے رَمی سے پہلے حلق اور قارن کا رمی سے پہلے قربانی کرنا، اور قربانی سے پہلے حلق کرنا، اسی طرح ''ہدایہ'' اور اس کی شُروحات میں ہے۔

۱۱۲۔ کنز الدّقائق و شرحہ النّھر الفائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ۲/ ۱۳۰

علّامہ حسن بن عمّار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ "واجباتِ حج" کے بیان میں لکھتے ہیں: تقدِيمُ الرّمِي عَلى الحلقِ ونَحر القَارِنِ والُمتمتّع بينَهما۔ (۱۱۳)

یعنی، رَمی کو حلق پر مقدم کرنا اور قارِن و متمتع کا ان دونوں کے درمیان قُربانی کرنا واجب ہے۔

علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور عُلمائے ہند کی جماعت نے لکھا ہے: لَو كانَ قارِنًا أو مُتمتّعًا فلَا بُدّ لَه مِن الذّبحِ ثمّ يَحلقُ أو يُقصّر والحَلقُ أفضلُ، كذَا فِي شَرحِ الطّحاويّ۔ (۱۱۴)

یعنی، اگر حاجی قارِن یا متمتع ہو، تو اُس کے لئے قُربانی ضروری ہے پھر وہ حلق یا قصر کرے اور حلق افضل ہے اسی طرح "شرح طحاوی" میں ہے۔

علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: يَجبُ تَرتيبُ الثّلاثةِ: الرّميُ ثمّ الذّبحُ ثمّ الحَلقُ، لكِنّ المفردَ لَا ذَبحَ عَليهِ فَيجِب علَيهِ التّرتيبُ بَين الرّميِ وَالحلقِ فَقط۔ (۱۱۵)

۱۱۳۔ نورالإيضاح، كتاب الحج، ۱۸۳

۱۱٤۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس فى كيفية أداء الحج، ۱/ ۲۳۱

۱۱٥۔ ردّ المحتار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: كما لا شيء على المُفرد إلخ، ۳/ ٦٦۹

یعنی، قارن اور متمتع کے لئے تین اُمور میں ترتیب واجب ہے:رَمی پھر قُربانی اور پھر حلق، لیکن مُفرِد پر قُربانی لازم نہیں، پس اُس پر فقط رَمی اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے۔

اور خلافِ ترتیب عمل کرنے والے حاجی پر دَم لازم ہونے نہ ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اُس پر دَم لازم ہو گا جبکہ امام ابویوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک دَم لازم نہیں ہو گا اور قوی قول امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

چنانچہ علّامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:الخلافُ فِي تَقديمِ نُسكٍ عَلى نُسكٍ كَالحَلقِ قبلَ الرّمي، ونَحرِ القارنِ قَبل الرّمي، والحَلقِ قبلَ الذّبحِ. لَهما: أنّ مَا فاتَ مُستدْركٌ بِالقضَاء ولَا يَجبُ معَ الْقضاءِ شيْءٌ آخرُ.ولَه: حَديثُ ابْن مَسعودٍ رَضي اللهُ عَنه أنّه قالَ: "مَنْ قَدَّمَ نُسُكًا عَلَى نُسُكٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ"، ولِأنّ التّأخيرَ عَن المَكانِ يُوجِبُ الدّمَ فيمَا هُو مُوقّتٌ بِالمكانِ كالْإحرامِ فكذَا التّأخيرُ عَن الزّمانِ فِيما هُو مُوقّتٌ بِالزّمانِ۔[116]

١١٦۔ الهداية شرح بداية المبتدى،كتاب الحج،باب الجنايات، تحت قوله: فعليه دم عنده إلخ، ٢٠١/٢.١

یعنی، افعالِ حج کو ایک دوسرے پر مقدّم کرنے کے حکم میں اختلاف ہے جیسے رَمی سے پہلے سر منڈانا، یا قارِن قربانی کو رَمی سے پہلے کرنا، یا قربانی سے پہلے حلق کرنا، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز فوت ہو جائے اُس کی تلافی قضا سے ہو جاتی ہے اور قضا کے ساتھ کوئی اور چیز لازم نہیں ہوتی، امام ابو حنیفہ کے نزدیک ترتیب کے خلاف کرنے سے دَم لازم آتا ہے اُن کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "جس شخص نے حج کے ایک فعل کو دوسرے پر مقدّم کر دیا تو اُس پر دَم لازم ہے"، اور اس لئے کہ جو چیز بھی جگہ کے ساتھ موَقت ہے اُس سے موَخّر کرنے پر دَم واجب ہوتا ہے جیسے احرام، پس اسی طرح زمانے کے ساتھ موَقت چیز کو اُس سے موَخّر کرنا موجب دَم ہو گا۔

اور علّامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں: ولَهما أيضًا مِن المنقولِ مَا فِي الصّحيحَينِ «أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ، وقالَ آخرُ: يَا رسُولَ اللهِ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: ارْمِ وَلَا حَرَجَ، فَما سُئلَ يومئذٍ عَن شَيءٍ قُدّمَ ولَا أُخّرَ إلّا قالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ».والجَوابُ أنّ نفيَ الحَرجِ يَتحقّق بِنَفيِ الإثمِ وَالفسادِ فيُحمَل عَليهِ دُون نَفيِ الجَزاءِ، فإنّ فِي قَولِ القائلِ لَمْ أشعُر

ففَعلْت مَا يفِيدُ أنّه ظَهرَ لَه بعدَ فعلِه أنّهُ ممنوعٌ منْ ذلكَ، فلِذا قَدّم اعتِذارَه عَلى سُؤالِه وَإلّا لَم يَسألْ أو لمْ يَعتذِرْ.لكِنْ قَد يقالُ: يَحتملُ أنّ الّذِي ظهَر لَه مُخالفَة تَرتيبِه لتَرتيبِ رَسولِ اللهِ صَلّى اللهُ عَليهِ وسَلّمَ فظنّ أنّ ذلكَ التّرتيبَ مُتعيّنٌ فَقدّمَ ذلكَ الِاعتذارَ وسَألَ عمّا يَلزمهُ بِه، فَبيّنَ عَليهِ الصّلاةُ وَالسّلَامُ فِي الجَوابِ عَدمَ تَعيّنِه عَليْه بنَفيِ الحرَجِ، وأنّ ذلكَ التّرتيبَ مَسنونٌ لَا وَاجبٌ. وَالْحَقّ أنّهُ يُحتمَل أنْ يَكونَ كذلكَ، وأن يكُونَ الّذِي ظهرَ لَه كانَ هُو الواقعَ إلّا أنّه عَليهِ السّلامُ عَذرهُم لِلجَهلِ وَأمرَهمْ أنْ يَتعلّمُوا مَناسكَهم، وإنّما عذرَهمْ بِالجَهلِ؛ لِأنّ الحالَ كَان إذ ذاكَ فِي ابتدائِه، وَإذَا احتملَ كُلّا مِنهمَا فَالِاحتياطُ اعتبَارُ التّعيينِ وَالأخذُ بِه واجبٌ فِي مَقامِ الِاضطِرابِ فيتمّ الْوجهُ لِأبِي حَنيفةَ، وَيُؤيّدهُ مَا نُقلَ عَن ابْن مَسعودٍ رضيَ الله عَنهُ مَنْ قَدَّمَ نُسُكًا عَلَى نُسُكٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ بَل هُو دليلٌ مُستقِلٌّ عندَنا.وَفِي بَعضِ النّسَخ: ابْنُ عَبّاسٍ وَهُو الأعرفُ رَواهُ ابنُ أبِي شَيْبَةَ عَنهُ وَلفظُه مَن قَدَّمَ شَيْئًا مِنْ حَجِّهِ أَوْ أَخَّرَهُ فَلْيُهْرِقْ دَمًا وَفِي سَندِه إبراهيمُ بنُ مُهاجرٍ مضعّفٌ. وأخرجَهُ الطّحاويّ بطَريقٍ آخرَ ليسَ ذلكَ المضعّفَ: حدّثنَا ابنُ مَرزوقٍ، حَدّثنا الخَصيبُ،

حدّثنَا وُهيْب عَن أيّوبَ عنْ سَعيدِ بنِ جُبيرٍ عَن ابْن عبّاسٍ مِثلَه. قالَ: فهذَا ابنُ عبّاسٍ أحدُ مَن رَوى عَنهُ عَليهِ السّلامُ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ لَم يكُن ذلكَ عندَه علَى الإباحةِ، بَل علَى أنّ الّذي فَعلُوه كانَ علَى الجَهلِ بِالحُكمِ فعذَرهُم وَأمرَهمْ أن يَتعلّمُوا مَناسِكهمْ.وممّا أُستدِلّ بِه قِياسُ الإخراجِ عَن الزّمانِ بِالإخراجِ عَن المكانِ. وأمّا الِاستدْلَال بِدلَالةِ قَوله تَعالى ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ ﴾[117] الآيَةَ. فإنّ إيجابَ الفديةِ لِلحَلقِ قبلَ أوانِه حَالةَ العُذرِ يُوجِب الجزاءَ مَع عدمِ العُذرِ بطَريقِ أولى۔[118]

یعنی،امام ابویوسف اورامام محمد کی دلیل یہ بھی ہے کہ ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم''میں ہے کہ نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع میں کھڑے ہوئے تھے،ایک شخص نے کہا:یارسول اللہ میں نے لاعلمی میں قربانی سے پہلے سر منڈالیا،آپ نے فرمایا:''کوئی حرج نہیں''،اب ذبح کرلو،ایک اور شخص نے کہا:میں نے لاعلمی میں رَمی سے پہلے قربانی کردی ہے،آپ نے فرمایا:''کوئی حرج نہیں اب رَمی کرلو''، اوراُس دن جس چیز کے بھی مُقدّم یامؤخّر کرنے کے بارے میں پوچھاگیاتو آپ

۱۱۷۔ [البقرة: ۲/ ۱۹۶]

۱۱۸۔ فتح القدير شرح الهداية،كتاب الحج،باب الجنايات،تحت قوله:لهما أن ما فات مستدرك بالقضاء إلخ،۲/ ٤٦٩۔٤٧٠

نے یہی فرمایا کہ اب کرلواور کوئی حرج نہیں ہے،اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حرج نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس سے گُناہ نہیں ہو گا اور حج فاسد نہیں ہو گا،یہ معنی نہیں ہے کہ اس پر کوئی جزاء اور فدیہ نہیں ہے کیونکہ کہنے والے نے یہ کہاہے کہ میں نے لاعلمی سے یہ کام کیاہے جس کا مفادیہ ہے کہ کام کرنے کے بعد اُس پر منکشف ہوا کہ یہ تقدیم یا تاخیر ممنوع تھی اسی وجہ سے اُس نے سوال کرنے سے قبل اپنا عُذر بیان کیا ورنہ وہ سوال نہ کرتے یا وہ عُذر بیان نہ کرتے، لیکن صاحبین کی طرف سے یہ کہا جاسکتاہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سائل نے جب یہ دیکھا کہ اُس کی ترتیب رسول اللہ ﷺ کی ترتیب کے خلاف ہے اور اُس نے یہ گمان کیا کہ یہ ترتیب معیّن ہے تو اُس نے عُذر پیش کرکے سوال کیا کہ اس کے سبب کیا لازم آئے گا،تو نبی کریم ﷺ نے جواب میں حرج کی نفی کرکے یہ ظاہر فرمایا کہ یہ ترتیب مسنون ہے نہ کہ واجب،اور حق یہ ہے کہ جس طرح یہ احتمال ہے اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ترتیب واجب ہو، مگر نبی ﷺ نے اُن کو لاعلمی کی وجہ سے معذور قرار دیاہو، اور آپ نے صحابہ کرام کو افعالِ حج سیکھنے کا حکم دیا اور جہل کے سبب اُن کو معذور قرار دیا،کیونکہ یہ فرضیتِ حج کا ابتدائی دُور تھا،اور جب اس معاملے میں یہ دونوں احتمال موجود ہیں تو احتیاطاً ترتیب واجب ہونے کے قول پر عمل کرنا چاہیے اور اس سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل مضبوط ہوتی ہے اور ان کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: جس نے حج کے ایک فعل کو دوسرے پر مقدم کردیا تو اُس پر دَم لازم ہے، بلکہ ہمارے نزدیک یہ ایک مستقل

دلیل ہے،اور ''ہدایہ'' کے بعض نسخوں میں حضرت ابن مسعود کی جگہ حضرت ابن عباس کاذکر ہےاور یہ زیادہ معروف ہے،امام ابن ابی شیبہ نے اسے روایت کیاہے ، اوران کے الفاظ یہ ہیں''جو شخص اپنے حج میں کسی عبادت کو مقدم یامؤخّر کردے وہ ایک قربانی دے''[119] اوراس حدیث کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن مہاجر ہے جسے ضعیف کہا گیا ہے، امام طحاوی نے یہ روایت ایک اور سند سے بیان کی ہے جس میں یہ ضعیف راوی نہیں ہےوہ سندیہ ہے:حدّثنا ابن مرزوق، حدّثنا خصیب،حدّثنا وهیب عن أیوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس مثله.

امام طحاوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہماأن راویوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے کہ کوئی حرج نہیں ہےاب کرلو،اور یہ حدیث امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مباح ہونے پر محمول نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک اس پر محمول ہے کہ اُنہوں نے لاعلمی کی وجہ سے بعض عبادات کومُقدّم یا مؤخر کردیا تھاتو آپ نے اُن کو معذور قراردیااورحج کی عبادات سیکھنے کا حکم دیا،اورامام ابوحنیفہ کے نظریہ پرزمانے سے تاخیر کومکان سے تاخیر پر قیاس کرکے استدلال کیا گیاہے اورامام اعظم ابوحنیفہ کے نظریہ پراس آیت سے بھی استدلال ہے ''پھر جوتم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہوتووہ فدیہ

۱۱۹۔ المصنّف لإبن شيبة،كتاب الحج، باب فى الرجل يحلق قبل أن يذبح، برقم: ١٥١٨٨، ٥٨٦/٨

دے"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عُذر کی بناء پر اپنے وقت سے پہلے سر منڈانے پر فدیہ دینے کو واجب فرمایا ہے تو جب عُذر کی بناء پر وقت سے پہلے سر منڈانے پر فدیہ لازم آتا ہے تو وقت سے پہلے بلا عُذر سر منڈانے پر تو بطریق اُولیٰ فدیہ لازم آئے گا۔

اور امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: إذا أخّرَ الحَلقَ أو طَوافَ الزّيارةِ عَن وَقتِه، وهُو أيّام النّحرِ فِي المَشهورِ مِن الرّوايةِ يجبُ عَليهِ دمٌ، وهذَا عِندَ أبِي حنِيفةَ وَقالَا: لَا شَيء عَليهِ فِيهمَا، وعَلى هذَا الخِلافُ فِي تَأخِير الرّمي، وَفِي تَقديمِ نُسكٍ عَلى نُسكٍ كالحَلق قبلَ الرّمي ونَحرِ القارِن قَبْل الرّمي وَالحَلقِ قبلَ الذّبحِ۔[۱۲۰]

یعنی، حاجی جب حلق یا طوافِ زیارت کو اُس کے وقت سے مؤخّر کرے اور وقت مشہور روایت کے مطابق ایامِ نحر ہے، تو اُس پر دَم واجب ہو گا اور یہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اُس پر ان دونوں میں تاخیر پر کچھ لازم نہیں ہو گا اور اسی پر رَمی کو مؤخّر کرنے میں اور ایک نُسک کو دوسرے نُسک پر مقدم کرنے میں اختلاف ہے، جیسے رَمی سے پہلے سر منڈانا اور قارِن کا رَمی سے پہلے قُربانی کرنا اور قُربانی سے پہلے سر منڈانا۔

۱۲۰۔ تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: أو أخر الحلق أو طواف الركن، ۳۷/۲

اور صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:(قدّم نُسكاً عَلى آخر) كالحَلق قَبل الرَّمى، ونحرِ القارِن قبْل الرَّمى ، أو الحَلقِ قَبل الذّبحِ، (فعَليه دَم).[١٢١]

یعنی، کسی نے حج کے ایک فعل کو دوسرے پر مُقدّم کیا جیسے رَمی سے پہلے حلق، اور قارِن کا رَمی سے پہلے قُربانی یا قربانی سے پہلے حلق کرنا، تو اُس پر دَم لازم ہو گا۔

اور علّامہ ابن نُجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:فِي معرَاجِ الدّرايةِ اعلَم أنّ مَا يُفعَل فِي أيّامِ النّحرِ أربَعةُ أشياءَ: الرّميُ وَالنّحرُ وَالحَلقُ وَالطّوافُ.وَهذَا التّرتيبُ واجبٌ عِندَ أبِي حنِيفةَ ومالكٍ وَأحمدَ اهـ.لِأثرِ ابْن مَسعودٍ أو ابنِ عبّاسٍ:مَنْ قَدَّمَ نُسُكًا عَلَى نُسُكٍ لَزِمَهُ دَمٌ .وظَاهِرهُ أنّه إذا قدّمَ الطّوافَ علَى الحَلقِ يَلزمُه دمٌ عِندَه. وقَد نَصّ فِي المِعراجِ فِي مسألةِ حَلقِ القارِن قبلَ الذّبحِ أنّه إذا قدّمَ الطّوافَ علَى الحَلقِ لَا يَلزمُه شَيءٌ .فَالحاصلُ أنّهُ إن حلقَ قبلَ الرّمي لَزمهُ دمٌ مُطلقًا. وَإنْ ذبحَ قبلَ الرّمي لَزمهُ دمٌ إن كانَ قارنًا أو مُتمتّعًا لَا إن كانَ مُفردًا؛ لِأنّ أفعالَه ثلَاثةٌ. الرّميُ وَالحَلقُ

١٢١ـ الوقاية و شرح الوقاية مع عُمدة الرّعاية،كتاب الحج،باب الجناية،٢/ ٦١٨. ٦١٩

والطّوافُ، وَأمّا ذَبحه فلَيسَ بِواجبٍ فلَا يَضرّهُ تَقدِيمهُ وَتأخيرهُ ، وعِندهمَا لَا يَلزَمهُ شَيءٌ بِتَقديمِ نُسكٍ عَلى نُسكٍ لِلحَديثِ السّابقِ إلّا أنّهُ مُسيءٌ۔[۱۲۲]

یعنی،"معراج الدرایہ"میں ہے تو جان کہ ایامِ نحر میں کئے جانے والے اعمال چار ہیں،رَمی، قربانی، حلق اور طوافِ زیارت، اور یہ ترتیب امام اعظم ابو حنیفہ،امام مالک،امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک حضرت ابن مسعود یا حضرت ابن عباس کی حدیث کی وجہ سے واجب ہے کہ جس نے حج کے ایک فعل کو دوسرے پر مقدم کر دیا تو اُس پر دَم لازم ہے، اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب کوئی حلق سے پہلے طواف کرلے تو امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک اُس پر دَم لازم ہو گا حالانکہ "معراج الدرایہ"میں اس مسئلے کی تصریح ہے کہ قارِن جب طواف کو حلق پر مقدم کر دے تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہو گا،لہٰذا حاصل یہ کہ اگر حاجی رَمی سے پہلے سر منڈا لے تو مطلقاً اُس پر دَم لازم ہو گا،اور اگر رَمی سے پہلے قربانی کر دے تو قارِن یا متمتع پر دَم لازم ہو گا، مُفرِد پر نہیں، کیونکہ حج افراد کرنے والے کے افعال تین افعال ہیں، رَمی، حلق اور طواف،اور قربانی اُس پر واجب نہیں ہے پس اُسے قربانی کو مُقدّم اور مؤخّر کرنا ضرر نہ دے گا اور صاحبین کے نزدیک حج

۱۲۲۔ البحر الرائق،کتاب الحج،باب الجنايات،تحت قوله:أوأخر الحلق أوطواف الركن، ۳/ ٤٢

کے ایک فعل کو دوسرے پر مقدم کرنے کی صُورت میں اُس پر پیچھے گزرنے والی حدیث کی وجہ سے کچھ لازم نہیں ہو گا مگر وہ بُرا کرنے والا ہو گا۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: تقدیم رمی جمرہ عقبہ برذبح واجب است درحق قارن ومتمتع وسنت است درحق مفردنزدابی حنیفة ونزدصاحبیہ سنت است درحق جمیع پس اگرذبح کردقارن یامتمتع قبل ازرمی جمرہ عقبہ واجب گردددم بروےنزدابی حنیفہ غیرآن دم کہ واجب است بروےاتفاقًابسبب قِرآن یاتمتع۔(۱۲۳)

یعنی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جمرہ عقبہ کی رَمی کو قربانی پر مُقدّم کرنا قارن اور متمتع کے حق میں واجب ہے اور مُفرِد کے حق میں سنت ہے اور صاحبین کے نزدیک سب کے حق میں سنت ہے لہٰذا قارِن یا متمتع جمرہ عَقَبہ کی رَمی سے قبل قربانی کرے گا تو اُس پر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک دَم واجب ہو گا، البتہ قِران یا تمتع کے سبب بالاتفاق دَم لازم ہو گا۔

اور امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: رمی سے پہلے حلق کر لیا دم دے (اور) قارن یا متمتع رمی سے پہلے قربانی یا قربانی سے پہلے حلق کریں تو دَم دیں۔(۱۲۴)

۱۲۳۔ حیاۃ القلوب، باب ہشتم در مناسک منیٰ، فصل دویم در کیفیت رمی جمرہ عقبہ، ص ۲۰۳

۱۲٤۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، فصل ششم جُرم اور اُن کے کفارے ۱۰/۷۶۱

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: حلق رَمی سے پہلے کیا یا قارِن و مُتمتّع نے قربانی سے پہلے کیا یا ان دونوں نے رَمی سے پہلے قربانی کی تو ان سب صورتوں میں دَم ہے۔ (۱۲۵)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں: دسویں ذی الحجہ کو حج کے افعال چار ادا ہوتے ہیں اولاً جمرہ عقبہ کی رمی، پھر قربانی، پھر سر منڈانا، پھر طواف زیارت ان چاروں ارکان میں ترتیب امام شافعی، احمد، اسحاق کے ہاں سنت ہے کہ اس کے بدل جانے سے دم واجب نہیں صرف ثواب میں کمی ہو گی مگر ابن جبیر، امام مالک و امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کے ہاں ان بعض میں ترتیب واجب ہے کہ بدل جانے سے دم واجب ہے۔ ان بزرگوں کے ہاں لاحرج کے معنی ہیں تم پر گناہ نہیں، مگر اُن حضرات کے ہاں اس کے معنی ہیں تم پر فدیہ یا قربانی واجب نہیں، مگر قول امام ابو حنیفہ قوی ہے کہ سیّدنا عبد اللہ ابن عباس نے بھی اسی کی مثل روایت فرمائی، مگر وہ ترتیب بدلنے سے قربانی واجب فرماتے ہیں، جب راوی کا مذہب یہ ہے، تو معلوم ہُوا کہ اُن کے ہاں بھی اس حدیث کے یہی معنی ہیں۔ (۱۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

منگل، ۷ ارجب ۱۴۴۲ھ۔ ۱مارچ ۲۰۲۱م

۱۲۵۔ بہار شریعت، جرم اوران کے کفارے کا بیان، ۱/ ۱۱۷۹

۱۲۶۔ مرآۃ المناجیح، حج کا بیان، متفرق باب، ۴/ ۱۶۹

۱۱، اور ۱۲ تاریخ کو زَوال سے پہلے رَمی کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ آج کل حج کے موقع پر معلّم کے آدمی اور انتظامیہ حاجیوں کو گیارہویں اور بارہویں ذُوالحجہ کو زَوال سے پہلے صبح ہی مجبور کر کے رَمی کے لئے بھیج دیتے ہیں، اس صُورتِ حال میں حاجیوں کو کیا کرنا چاہیے؟ (سائل: طفیل سرور بلوچ، پرنسپل ماڈل ہائی اسکول، قصور)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں حاجیوں کو گیارہویں اور بارہویں ذُوالحجہ کی رَمی زَوال سے پہلے نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ گیارہویں اور بارہویں کی رَمی کا وقت زَوال سے شروع ہوتا ہے۔

چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: إن رَماها يَوم الثّانِي قَبلَ الزّوَالِ لَمْ يجزه، وَ كذلكَ اليَوم الثّالِث.[۱۲۷]

یعنی، حاجی نے اگر گیارہویں کو زَوال سے پہلے رَمی کی تو وہ اُسے کافی نہ ہوا، اور بارہویں کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور علّامہ علاء الدین ابی بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: وقتُ الرّمي مِن اليَومِ الأوّلِ والثّانِي مِن أيّامِ التّشريقِ، وهُو اليَومُ الثّانِي والثّالثُ مِن أيّامِ الرّمي فبعدَ الزّوالِ حتّى لَا يَجوزَ الرّميُ فيهِما

۱۲۷۔ کتاب الأصل، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، ۲/ ۳۵۸

قبلَ الزّوالِ فِي الرِّوَايةِ المشهورةِ عَن أبِي حَنيفةَ. ورُوِيَ عَن أبِي حَنيفةَ أنّ الأفضلَ أن يَرمِي فِي اليومِ الثّانِي وَالثّالثِ بعدَ الزّوالِ، فإن رَمى قَبلهُ جازَ، وَجهُ هذهِ الرّوايةِ أنّ قبلَ الزّوالِ وقتُ الرّمي فِي يَومِ النّحرِ فكذَا فِي اليَومِ الثّانِي وَالثّالثِ؛ لِأنّ الكُلّ أيّامُ النّحرِ، وَجهُ الرّوايةِ المشهورةِ مَا رُوِيَ عَن جابرٍ - رضِيَ اللهُ عَنهُ «أنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، وَرَمَى فِي بَقِيَّةِ الْأَيَّامِ بَعْدَ الزَّوَالِ»، وَهذَا بابٌ لَا يُعرَف بِالقيَاسِ بَل بالتّوقيفِ۔[۱۲۸]

یعنی، ایامِ تشریق کا پہلا اور دوسرا دن جو کہ ایامِ رَمی کا "دوسرا" اور "تیسرا" دن ہے، اِن میں رَمی کا وقت زوال کے بعد سے ہے، یہاں تک کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشہور رِوایت کے مطابق گیارہویں اور بارہویں میں زَوال سے قبل رَمی جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ گیارہویں اور بارہویں میں زَوال کے بعد رَمی کرنا افضل ہے، پس اگر کسی نے زَوال سے پہلے رمی کر لی تو جائز ہے، اس روایت کی وجہ یہ ہے کہ دسویں ذُوالحجہ میں رَمی کا وقت زَوال سے پہلے ہے پس اسی طرح گیارہویں اور بارہویں میں بھی، کیونکہ یہ تمام ایامِ نحر ہیں، اور مشہور رِوایت کی وجہ وہ ہے جو حضرت جابر رَضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے کہ بے شک رَسول اللہ ﷺ نے دسویں ذُوالحجہ کو چاشت کے وَقت جمرہ کو رَمی فرمائی اور

۱۲۸۔ بدائع الصّنائع، کتاب الحج، فصل فی وقوف المزدلفۃ، ۳/ ۹۳

بقیہ ایام میں زَوال کے بعد اور یہ وہ باب ہے جسے قِیاس کے ذَریعے نہیں پہچانا جاسکتا، بلکہ توقیف کے ساتھ پہچانا جاسکتا ہے۔

اورامام فخر الدین حسن بن منصور اُوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں: لَا يدخُل وَقت الرّمیِ فی الیَوم الأوّل والثّانِی مِن أیّامِ التّشریقِ حَتّٰی تزولَ الشّمسُ فِی المشهورِ مِن الرِّوایةِ. (۱۲۹)

یعنی، ایامِ تشریق کے پہلے اور دوسرے روز میں رَمی کا وقت نہیں داخل ہوتا یہاں تک کہ مشہور رِوایت کے مطابق سورج ڈھل جائے۔

اور علّامہ برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: أمّا فی الیَومِ الثّانی وَالثالِث، فوقْت الرّمیِ مَا بَعد الزّوالِ ولَو رَمی قَبل الزّوالِ لَا یجْزئه، هكَذا ذکرَ فی «الأصلِ» وَ«المجرّدِ». (۱۳۰)

یعنی، گیارہویں اور بارہویں ذُوالحجہ میں رَمی کا وقت زَوال کے بعد ہے اور اگر کسی نے زَوال سے قبل رَمی کرلی تو اُسے کافی نہ ہوگا، اسی طرح "کتاب الاَصل" اور "المجرّد" میں مذکور ہے۔

۱۲۹۔ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندیة، کتاب الحج، فصل فی کیفیة أداء الحج، ۱/ ۲۹۸

۱۳۰۔ المحیط البرهانی، کتاب المناسك، الفصل الثالث فی تعلیم أعمال الحج، ۳/ ٤٠٥

اورامام حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: لَا یدخُل وَقت الرّمیِ حَتی یَزُولَ الشّمسُ فِی الیَومِ الأوّلِ والثّانی مِن أیّامِ التّشریقِ فِی الرّوایۃِ المشھُورۃ لحَدیثِ جَابر أنّہ علیہِ السّلَام رَمَی الْجَمْرَۃَ یَوْمَ النَّحْرِ ضُحیٰ وَرَمَی فِي بَقِیَّۃِ الْأَیَّامِ بَعْدَ الزَّوَالِ۔(۱۳۱)

یعنی، ایامِ تشریق کے پہلے اوردُوسرے دن رَمی کاوقت مشہورروایت کے مطابق آفتاب ڈھلنے کے بعد داخل ہوتاہے، حضرتِ جابر رَضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی وجہ سے ہے کہ بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے دسویں ذُوالحجہ کوچاشت کے وَقت جمرہ کورَمی فرمائی اوربقیہ ایام میں زَوال کے بعد۔

اور علّامہ فریدالدین عَالم بن علاء دہلوی حنفی متوفی ۷۸٦ھ لکھتے ہیں: وأمّا فی الیَومِ الثّانی وَالثالِث وَقت الرّمیِ مَا بَعد الزّوالِ، ولَو رَمی قَبل الزّوالِ لَایجزیہ، ھکذَا ذکرَ فی الأصلِ. وفی الھدایۃِ: لایجُوز فی المشھُورِ مِن الرّوایۃ.(۱۳۲)

یعنی، گیارہویں اور بارہویں ذُوالحجہ رَمی کاوقت زَوال کے بعد ہے، اور اگرکسی نے زَوال سے پہلے رَمی کی تواُسے کافی نہ ہوگا، اسی طرح "کتاب الأصل"

۱۳۱۔ الکافی للنّسفی شرح الوافی، کتاب الحج، باب الإحرام، ق۲۳٤/ ب.۲۳۵ / الف، مخطوط مصوّر

۱۳۲۔ الفتاوی التّاتارخانیۃ، کتاب الحج، الفصل الثالث فی تعلیم أعمال الحج، ۳/ ۵۲۳. ۵۲٤

میں مذکور ہے، اور "ہدایہ" میں ہے کہ مشہور روایت کے مطابق زَوال سے پہلے رَمی کرنا جائز نہیں ہے۔

اور علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی جماعت نے لکھا ہے: وَقتُ الرّمیِ فِي الیومِ الثّانِي وَالثّالثِ فهوَ مَا بعدَ الزّوالِ إلَی طُلوعِ الشّمسِ مِن الْغدِ حَتّی لَا یَجوزَ الرّميُ فیهِما قبلَ الزّوالِ إلّا أنّ مَا بعدَ الزّوالِ إلَی غُروبِ الشّمسِ وَقتٌ مَسنونٌ ومَا بعدَ الغُروبِ إلَی طُلوعِ الفَجرِ وَقتٌ مَکروهٌ هکذَا رُويَ فِي ظاهرِ الرّوایةِ۔(۱۳۳)

یعنی، گیارہویں اور بارہویں ذُوالحجہ میں رَمی کا وقت زوال سے لے کر اگلے دن کے طُلوعِ شمس تک ہے(۱۳۴) یہاں تک کہ ان دونوں دِنوں میں زَوال سے پہلے رمی کرنا جائز نہیں ہے، مگر زَوال کے بعد سے غُروبِ آفتاب تک رَمی کرنے کا مسنون

۱۳۳۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، ۱/ ۲۳۳

۱۳٤۔ [گیارہویں اور بارہویں ذُوالحجہ میں رَمی کا آخری وقت طُلوعِ فجر ثانی یعنی صُبح صادق تک ہے، طُلوعِ شمس تک کا حکم بَعض فقہاء کے نزدیک ہے۔ چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: قالَ بعضُهمْ إلی طُلوعِ الشّمسِ مِن الغدِ۔(منحة الخالق علی البحرالرّائق، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: وهو ممتد إلی طلوع الشمس من الغد، ۲/ ٦١٠)]

وَقت ہے جبکہ غُروبِ آفتاب سے لے کر طُلوعِ فجر تک رَمی کرنے کامکروہ وَقت ہے، اسی طرح "ظاہر الرّوایہ" میں مَروی ہے۔

اور علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:(وَقت الرّمیِ الجمَارِ الثّلَاث فِی الیومِ الثّانِی والثّالث مِن أیّامِ النّحر:بَعد الزّوالِ،فَلا یجُوز)أی الرَّمی(قبلَه)أی قَبل الزّوالِ فِیهما(فی المشهورِ)أی عِندَ الجمهُورِ کصَاحبِ "الهدایۃِ" وقاضیخَان و"الکافِی"و"البدَائع"وغَیرهَا.[۱۳۵]

یعنی،ایامِ نحر کے دوسرے اور تیسرے دن تینوں جمرات کی رمی کاوقت زوال کے بعد ہے،پس ان دونوں دِنوں میں اس سے پہلے رَمی کرنا جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے جیسے صاحبِ "ہدایہ"[۱۳۶] اور "قاضیخان"[۱۳۷]،اور "کافی"[۱۳۸] اور "بدائع"[۱۳۹] وغیرہ۔

۱۳۵۔ لُباب المناسك و شرحه المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط،باب رَمی الجمار وأحکامه، فَصل فی وقت الرّمی فی الیومین،ص۳۳٤

۱۳٦۔ الهدایة شرح بدایة المبتدی،کتاب الحج،باب الإحرام،۲.۱/ ۱۸۱

۱۳۷۔ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندیة،کتاب الحج،فصل فی کیفیة أداء الحج،۱/ ۲۹۸

۱۳۸۔ الکافی للنّسفی شرح الوافی،کتاب الحج،باب الإحرام،ق۲۳٤ب،مخطوط مصوّر

۱۳۹۔ بدائع الصّنائع،کتاب الحجّ، فصل فی وقوف المزدلفة،۳/ ۹۳

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی لکھتے ہیں: گیارہویں بارھویں کا وقت آفتاب ڈھلنے (یعنی ظُہر کا وقت شروع ہونے) سے صُبح تک ہے مگر رات میں یعنی آفتاب ڈوبنے کے بعد مکروہ ہے۔ (۱۴۰)

اورزَوال سے پہلے رَمی کرنا ہمارے اصل مذہب کے خلاف ہے اور ایک ضعیف رِوایت ہے۔

چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: گیارہویں تاریخ بعد نماز ظہر امام کا خطبہ سُن کر پھر رَمی کو چلو... بعینہ اسی طرح بارھویں تاریخ بعد زوال تینوں جمرے کی رَمی کرو، بعض لوگ دوپہر سے پہلے آج رَمی کر کے مکہ معظمہ کو چل دیتے ہیں۔ یہ ہمارے اصل مذہب کے خلاف اور ایک ضعیف روایت ہے تم اس پر عمل نہ کرو۔ (۱۴۱)

لہٰذا دَلائل وبراہین کی رُو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مشہور رِوایت کے مطابق گیارہویں اور بارہویں ذُوالحجہ میں رَمی کا وقت آفتاب ڈھلنے پر داخل ہوتا ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے، پس اس کے خلاف پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

۱٤۰۔ بہارِ شریعت، حج کا بیان، طواف و سعی صفاو مروہ و عمرہ کا بیان، حصّہ ششم، ۱/۱۱۴۶

۱٤۱۔ بہارِ شریعت، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، حصّہ ششم، ۱/۱۱۴۶

اور علامہ نجم الدین ابراہیم بن علی طرسوسی حنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:
والقاضِی المقلِّد لَا یجوزُ لَه أنْ یحکمَ إلّا بمَا هُو ظاهِر المذهبِ لَا بالرّوایةِ الشَّاذة، إلّا أن یَنصُّوا عَلی أنّ الفَتوی عَلیهَا۔[۱۴۲]

یعنی، مُقلّد کیلئے جائز نہیں کہ وہ فیصلہ کرے مگر ظاہر الروایہ پر نہ کہ روایتِ شاذہ پر، سوائے اس کے کہ فقہائے کرام نے اُس پر فتویٰ ہونے کی تصریح فرمائی ہو۔

اور انہی کے حوالے سے علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے "شرح عُقود رسم المفتی"[۱۴۳] میں نقل کیا ہے۔

اور مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں: بَل لَا یؤخذُ لکونِها خَارِجة عَن ظاهرِ الرّوایةِ۔[۱۴۴]

یعنی، بلکہ اُسے ظاہر الروایۃ سے خارج ہونے کی وجہ سے نہیں لیا جائے گا۔

اور علامہ داملا اخوند جان حنفی متوفی ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں: و قَد تقرّر فِی کُتبِنا أنّه لَا یُعدلُ عَن ظَاهِر الرّوایةِ، إلّا إذَا صُحّح خلافُه فِی کتَاب مَشهُور تلقّته الفحولُ بالقَبولِ کالهدایةِ و الکافِی۔[۱۴۵]

۱۴۲۔ الفتاوی الطّرسوسیّة أو أنفع الوسائل إلی تحریر المسائل، مسألة إذا کفل بنفس فلان أو بما له علیه إلی شهر...إلخ، ص۵۵۸

۱۴۳۔ شرح المنظومة المسماة بعقود رسم المفتی، وُجوب الإفتاء بظاهر الرّوایة أی: بظاهر المذهب، ص۹۷، مطبوعة: دار الإحسان، القاهرة

۱۴۴۔ فتاوی واحدی، کتاب النکاح، ۲/ ۱۱۴، مخطوط مصوّر

۱۴۵۔ منع الرّمی قبل الزّوال فی الیوم الثّانی فی ضمن إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، ص۳۳۵

یعنی، اور ہماری کُتب میں یہ بات ثابت ہے کہ ظاہر الروایہ سے عُدول نہیں کیاجائے گا مگر جبکہ اُس کا خلاف کسی ایسی کتاب میں صحیح قرار دیا گیاہو کہ جو مشہور ہو جسے فضیلت والے علمائے کرام نے قبول کیاہو جیسے ہدایہ اور کافی۔

چنانچہ امامِ اہلسنّت امام احمد رَضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے وللہ الحمد یہ عوام کالانعام کے لئے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح وفتوی کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوعہ عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان جہال کوردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتوی دیتے ہیں یہ ضرور مخالفتِ مذہب کے مرتکب اوران جہلاء کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔ [۱۴۶]

اور فقیہ ملّت مفتی جلال الدین احمد امجدی حنفی متوفی ۱۴۲۲ھ کے مصدقہ فتاویٰ میں ہے: وہ رِوایت ضعیف جو ہمارے اصل مذہب کے خلاف ہو وہ ہمارا مذہب نہیں اور نہ تو ہم ظاہر الروایہ کے خلاف فتویٰ دے سکتے ہیں کہ ظاہر الروایہ کے خلاف فتویٰ دینا جہلاء کے گناہوں کا ذمہ اپنے سر لیناہے۔ [۱۴۷]

جب یہ ثابت ہو گیا کہ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو زوال سے قبل رمی کا جواز یہ ہمارا مذہب نہیں ہے اس لئے حکم یہ ہے کہ اگر کوئی قاضی شرع اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دے دے تو وہ فیصلہ نافذ نہیں ہوتا اسی طرح اگر کوئی مفتی اپنے

۱۴۶۔ فتاویٰ رضویہ، باب الجمعۃ، ۸/ ۳۷۶

۱۴۷۔ فتاویٰ فقیہ ملت، کتاب الحج، ۱/ ۳۶۴

مذہب کے خلاف فتویٰ صادر کردے تواس کے فتوی پر عمل نہیں کیاجائے گا۔ چنانچہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی لکھتے ہیں: القَاضی المقلِّد إذا قَضی عَلی خلافِ مَذهبِه لَا ینعقِد، وفِی "الدّرِ المُختَار": قَضی عَلی خلَاف مذْهبِه لاینعقِد، وفِی "الدُّر المختَار": قَضی منْ لَیس مجتهداً کحنفیة زماننَا بخِلاف مَذهبِه لَا ینفذُ اتّفاقاً۔[۱۴۸]

یعنی، قاضی مقلِّد جب اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرے گاتووہ منعقد نہ ہوگا، اور "دُرِّ مختار"[۱۴۹] میں ہے کہ مُقلّد نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کیاتووہ منعقد نہیں ہوگا،اور "دُرِّ مختار" میں ہے کہ غیر مجتہد جیسے ہمارے زمانے کے علمائے احناف نے اپنے مذہب کے بر خلاف فیصلہ کیا،تووہ بالاتفاق نافذ نہیں ہوگا۔

پس اگر کسی نے زَوال سے قبل رَمی کی تواُس سے رَمی کا وُجوب ادانہ ہوگا۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

اتوار، ۲ صفر المظفر، ۱۴۴۱ھ۔ ۱۹ ستمبر ۲۰۲۰م

۱۴۸۔ فتاوی واحدی، کتاب النکاح، ۲/ ۱۱۴، مخطوط مصوّر

۱۴۹۔ الدّر المختار، مقدّمة، ص۱۶

ماخذومراجع

(۱)القرآن الکریم

(۲)کنز الإیمان

(۳)المحیط البرھانی،للإمام برھان الدّین أبی المعالی محمود بن صدر الشریعة إبن مازہ البخاری الحنفی(ت٦١٦)، مطبوعة:إدارة القرآن، کراتشی

(۴)الفتاوی الھندیة للعلّامة نظام الدّین الحنفی وجماعة من علماء الھند(ت١١٦١ھ)،مطبوعة:دار المعرفة، بیروت،الطبعة الثّالثة ١٣٩٣ھ ١٩٧٣م۔

(۵)الکفایة فی شرح الھدایة للإمام جلال الدّین بن شمس الدّین الکرلانی الخَوارزمی الحنفی(ت٧٦٧ھ) ،مطبوعة:دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأُولیٰ١٤٣١ھ-٢٠١٩م

(٦)الدّرّ المختار شرح تنویر الأبصار للعلامة علاء الدّین محمّد بن علی بن محمّد بن علی الحصکفی الحنفی(ت ١٠٨٨ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأُولیٰ١٤٢٣ھ-٢٠٠٢م

(٧)ردّ المحتار علی الدرّ المختار للعلّامة سیّد محمّد أمین إبن عابدین الحنفی (ت١٢٥٢ھ)،مطبوعة:دار المعرفة،بیروت،الطبعة الأُولیٰ ١٤٢٠ھ-٢٠٠٠م

(٨)بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع لعلاء الدّین أبی بکر بن مسعود الحنفی (ت٥٨٧ھ)تحقیق و تعلیق علی محمّد معوض و عادل أحمد، مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ١٤١٨ھ-١٩٩٧م

(٩)الجوهرة النّیرة شرح القدوری للإمام أبی بکر بن علی بن محمّد الحدادی الحنفی (ت٨٠٠ھ)،مطبوعة: دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٧ھ-٢٠٠٦م

(١٠)صحیح البخاری للإمام أبی عبد اللّٰه محمّد بن إسماعیل البُخاری (ت٢٥٦ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ-١٩٩٨م

(١١)الفتاوی التّاتارخانیة للعلّامة عالم بن العلاء الحنفی (ت٧٨٦ھ) ، مطبوعة:مکتبة فاروقیة،کوئٹه

(١٢)النّهر الفائق شرح کنز الدّقائق للإمام سراج الدّین عُمر بن ابراهیم بن نجیم المصری الحنفی(ت ١٠٠٥ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة، بیروت،الطّبعة الأولیٰ١٤٢٢ھ-٢٠٠٢م

(١٣)نور الإیضاح للعلّامة أبی الإخلاص حسن بن عمّار الشّرنبلالی الحنفی (ت١٠٦٩ھ)،مطبوعة: مکتبة برکات المدینه،کراتشی

(١٤)فتح القدير شرح الهداية للإمام كمال الدّين محمّد بن عبد الواحد الحنفي (ت٨٦١هـ)،مطبوعة:دار إحياء التّراث العربي،بيروت

(١٥)المُصنّف للإمام أبي بكر عبد الله بن محمّد بن أبي شيبة العبسي الكوفي (ت٢٣٥هـ)،مطبوعة:دارُ قرطبة،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م

(١٦)تبيين الحقائق شرح كنز الدّقائق للإمام فخرالدّين عثمان بن علي الحنفي الزّيلعي (ت٧٤٣هـ)،تحقيق الشّيخ أحمد عزّ وعناية،دارالكتب العلمية،بيروت،الطّبعة الأولىٰ١٤٢٠هـ-٢٠٠٠م

(١٧)شرح الوقاية مع عمدة الرّعاية لصَدر الشّريعة الأصغر عبيد الله بن مسعود المحبوبي (ت ٧٤٧هـ)، مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت، الطّبعة الأولىٰ٢٠٠٩م

(١٨)البحر الرائق شرح كنز الدّقائق للعلّامة الشيخ زين الدّين بن إبراهيم بن محمّد المعروف بابن نجيم المصري الحنفي (ت٩٧٠هـ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤١٨هـ-١٩٩٧م

(١٩)الأشباه و النّظائر للعلّامة الشيخ زين الدّين بن إبراهيم بن محمّد المعروف بابن نجيم المصري الحنفي (ت٩٧٠هـ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤١٣هـ-١٩٩٣م

(۲۰)الفتاویٰ البزازیة علی ھامش الھندیة لحافظ الملّة والدّین الإمام محمّد بن محمّد بن شھاب الکردری الخَوارزمی الشّھیر بالبزّازی (ت۸۲۷ھ)، مطبوعة:دارالمعرفة،بیروت،الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳م

(۲۱)شرحُ الحموی علی الأشباہ والنّظائر المسمّیٰ ب- غمز عُیونِ البصائر للعلّامة الشّیخ السیّد أحمد بن محمّد الحموی المصری (۱۰۹۸ھ)،مطبوعة:إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة،کراتشی

(۲۲)إمداد الفتّاح شرح نور الإیضاح للعلّامة أبی الإخلاص حسن بن عمّار الشّرنبلالی الحنفی(ت ۱۰۶۹ھ)،مطبوعة:دار إحیاء التّراث العربی،بیروت،الطبعة الأولیٰ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱م

(۲۳)مختصر القدوری مع شرحه الجوھرة النّیرة للإمام أبی بکر بن علی بن محمّد الحدادی الحنفی (ت۸۰۰ھ)،مطبوعة:دار الکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الأولیٰ۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶م

(۲۴)فتاوی قاضیخان علی ھامش الھندیة للإمام حسن بن منصور الأوزجندی الحنفی(ت۵۹۲ھ)،دار المعرفة،بیروت،الطّبعة الثّالثة ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳م

(۲۵)الکافی للنّسفی شرح الوافی للإمام حافظ الدین أبی البرکات عبدالله بن احمد النسفی الحنفی(ت ۷۱۰ھ)،مخطوط مصوّر

(۲۶)الفتاویٰ الطرسوسيّة أو أنفع الوسائل إلیٰ تحرير المسائل،للعلّامة قاضی القضاة نجم الدّين إبراهيم بن علی الطّرسوسی (ت۷۵۸ھ)، مطبوعة:مؤسّسة الرّيّان،ناشرون۔المكتبة المكّية،مكة المكرمة، الطبعة الأولیٰ۱۴۳۵ھ-۲۰۱۴م

(۲۷)شرح المنظومة المسماة بعقود رسم المفتی للعلّامة سيّد محمّد أمين إبن عابدين الحنفی(ت ۱۲۵۲ھ)،مطبوعة:دارالإحسان،القاهرة

(۲۸)كنز الدّقائق مع شرحه النّهرالفائق للإمام أبی البركات عبد الله بن أحمد النّسفی الحنفی(ت۷۱۰ھ)، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۲م

(۲۹)فتح باب العناية للإمام العلّامة نور الدّين علی بن محمّد بن سلطان المشهور بالملّا علی القاری الهروی الحنفی(ت ۱۰۱۴ھ)،مطبوعة:دار إحياء التّراث العربی،بيروت،الطبعة الأولیٰ۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵م

(۳۰)شرح سنن ابن ماجة القزوينی للإمام أبی الحسن الكبير محمد بن عبد الهادی الحنفی المعروف بالسّندی(ت۱۱۳۸ھ)،مطبوعة:دار الجيل، بيروت

(۳۱)العطايا النّبويّة فی الفتاویٰ الرّضويّة للإمام أحمد رضا خان الحنفی (۱۳۴۰ھ)،مطبوعة:رضا فاؤنڈيشن،لاهور،اشاعت:۱۴۱۶ھ-۱۹۹۵م

(۳۲)مجامع المناسک للعلّامة الفقیه المحدّث الشیخ رحمة الله السندی الحنفی(ت۹۹۳ھ)، مطبوعة:مدرسه إسلامیّة نقشبندیة، افغانستان

(۳۳)المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط للإمام العلّامة نور الدّین علی بن محمّد بن سلطان المشهور بالملّا علی القاری الهروی الحنفی (ت۱۰۱۴ھ)،مطبوعة:المکتبة الإمدادیة،مکة المکرّمة، الطبعة الأولیٰ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹م

(۳۴)بہارِ شریعت لصدر الشّریعة محمّد أمجد علی اعظمی (ت۱۳٦۷ھ) ،مطبوعة:مکتبة المدینة،کراتشی

(۳۵)منع الرّمی قبل الزّوال فی الیوم الثّانی فی ضمن إرشاد الساری إلی مناسک الملا علی القاری للعلّامة داملا أخون جان الحنفی (ت۱۳۲۰ھ) ،مطبوعة:مطبوعة:المکتبة الإمدادیة،مکة المکرّمة،الطبعة الأولیٰ ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹م

(۳٦)الهدایة شرح بدایة المبتدی للإمام برهان الدّین أبی الحسن علی بن أبی بکر الفرغانی المرغینانی (ت۵۹۳ھ)،مطبوعة:دار الأرقم،بیروت

(۳۷)جواهر الفتاویٰ للإمام محمّد بن عبد الرشید الکرمانی الحنفی (ت۵٦۵ھ)،مطبوعة:دارُ المعراج، الطبعة الأولیٰ۱۴۴۱ھ-۲۰۲۰م

(۳۸)لباب المناسک للعلّامة الفقیه المحدّث الشیخ رحمة الله السندی الحنفی(ت۹۹۳ھ)،مطبوعة :دار قرطبة،بیروت،الطبعة الثانیة فی بیروت عام۱۴۲۱ھ

(۳۹)حیات القلوب فی زیارة المحبوب للمخدوم محمّد هاشم التتوی النّقشبندی القادری الحنفی (ت۱۱۷۴ھ)،مطبوعة:إدارة المعارف، کراتشی۱۳۹۱ھ

(۴۰)مرآة المناجیح،للعلّامة المفتی أحمد یار خان النعیمی الحنفی (ت۱۳۹۱ھ)،مطبوعة:ضیاء القُرآن،لاهور

(۴۱)عُمدة السّالک فی المناسک للإمام المُحدّث الفقیه ابن بلبان الفارسی الأمیر أبی الحسن علاء الدّین علیّ بن ابن بلبان الفارسی المصری الحنفی(ت۷۳۹ھ)،مطبوعة:دار اللُّباب،اسطنبول،الطبعة الأولیٰ ۱۴۳۸ھ-۲۰۱۷م

(۴۲)فتاوی واحدی،للعلامة عبدالواحد السّیوستانی الحنفی (ت۱۲۲۴ھ)،مخطوط مصوّر

(۴۳)الوقایة مع شرح الوقایة لصَدر الشّریعة الأصغر عبید الله بن مسعود المحبوبی(ت۷۴۷ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت، الطّبعة الأولیٰ۲۰۰۹م

(۴۴) فتاویٰ فقیہ مِلّت للعلّامة المفتی جلال الدّین أحمد الأمجدی الحنفی (ت۱۴۲۲ھ)، مطبوعة: شبّیر برادرز، لاهور، سن طباعت بار اوّل ۲۰۰۵م

(۴۵) حاشیة الأشباه والنّظائر للشّیخ محمّد علی الرّافعی، مطبوعة: ایج ایم سعید کمپنی، کراتشی

(۴۶) حاشیة الطّحطاوی علی الدّر المختار للعلّامة أحمد بن محمّد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی (ت۱۲۳۱ھ)، مطبوعة: دار المعرفة بیروت، ۱۳۹۵ھ-۱۹۷۵م

(۴۷) نهایة الأمل فی بیان مسائل الحجّ البدل، للعلّامة محمّد عبد الحق اٰله آبادی المکی الحنفی، مطبوعة: جمعیة إشاعة أهل السنّة، باکستان

(۴۸) جامع الأسرار فی شرح المنار للعلّامة قوام الدّین محمّد بن محمّد البخاری الحنفی الکاکی النسفی (ت۷۴۹ھ)، مطبوعة: مکتبة نزار مصطفیٰ الباز، الرّیاض، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷م

(۴۹) کشف الأسرار شرح المصنّف علی المنار للإمام أبی البرکات عبد الله بن أحمد المعروف بحافظ الدّین النّسفی (ت۷۱۰ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت

(۵۰)أصول السرخسی للإمام شمس الدّین أبی بکر محمّد السّرخسی الحنفی (ت.۴۹۰ھ)،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳م

(۵۱)أصول فخر الإسلام البزدوی مع شرحہ کشف الأسرار للعلّامۃ أبی الحسن علی بن محمّد البزدوی الحنفی (ت۴۸۲ھ)،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷م

(۵۲)منحۃ الخالق علی البحر الرّائق للعلّامۃ سیّد محمّد أمین ابن عابدین الحنفی (ت۱۲۵۲ھ)،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ۱٤۱۸ھ-۱۹۹۷م

(۵۳)الفتاوی تنقیح الحامدیّۃ للعلّامۃ سیّد محمّد أمین ابن عابدین الحنفی (ت۱۲۵۲ھ)،مطبوعۃ:مکتبہ حقّانیہ،پشاور

(۵۴)کتاب الأصل للإمام الحافظ أبی عبد اللہ محمّد بن الحسن الشیبانی (ت۱۸۹ھ)،مطبوعۃ:عالم الکتب،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰م

(۵۵)کتاب المناسک من الأسرار للإمام أبی زید عبد اللہ بن عمر الدّبوسی الحنفی (ت.۴۳۰ھ)، مطبوعۃ:دار المنار،القاھرۃ

طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

موٴلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

خُدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف

حضرت خواجہ صوفی محمد اشرف نقشبندی مجدّدِی مدظلہ العالی

تخریج وحواشی

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

توہینِ رسالت
اور اسلامی قوانین

تالیف

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وحواشی

علامہ عبد اللہ فہیمی مدظلہ العالی

تحقیق وتخریج

مفتی ابو محمد اعجاز احمد مدظلہ العالی

تقدیم

حضرت علّامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء جامعۃ النور)

ناشر

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

العروة في الحج والعمرة

فتاویٰ حج وعمرہ

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دار الافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنزالایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے